ہیں منکر عجب کھانے غرّانے والے

ترتیب۔ خلیل احمد رانا

امام احمد رضا قادری بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصیت نامہ (وصایا شریف) میں بعد وفات فاتحہ کے بارے میں ایک وصیت پر بعض لوگ بہت باتیں کرتے ہیں اور طرح طرح کا مذاق اُڑاتے ہیں کہ ان کا تو دین کھانا پینا ہے، انہیں تو بس حلوے مانڈے کھانے کی باتیں آتی ہیں، موت کے وقت بھی انہیں کھانوں کا ہی خیال ہے وغیرہ وغیرہ۔

امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی وصیت کے کسی ایک جملے سے بھی یہ مطلب نہیں نکلتا کہ یہ چیزیں کھانے کو میرا دل چاہ رہا ہے، مجھے کہیں سے لا کر دو، یا یہ کھانے میری وفات کے بعد میری قبر کھول کر اس میں ڈال دینا، یا بعد وفات میری قبر پر رکھ دینا، یا یہ اچھے کھانے میری وفات کے بعد میرے گھر والوں کے لئے فراہم کرنا۔

جب وصیت نامہ میں ایسی کوئی بات ڈھونڈے سے نہیں ملتی تو ان پڑھے لکھے جاہلوں پر حیرت ہوتی ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے، لیکن جو تعصب کی بیماری سے اندھا ہو جائے، اس کا علاج مشکل ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے وصیت نامہ میں فاتحہ کے بارے میں فرمایا کہ!

"فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر"۔

(مولانا حسنین رضا خاں، وصایا شریف، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ، مرید کے ضلع شیخوپورہ (پاکستان) ۱۴۰۴ھ، ص ۲۴)

امام احمد رضا نے اپنے اعزا سے فقراء کے لئے جن نعمتوں کی تاکید کی، اُن میں دودھ کا برف خانہ ساز (آئس کریم)، مرغ بریانی، بکری کا شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرینی، اُردکی پھریری دال مع ادرک ولوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف، اور فرمایا کہ یہ خوش دلی سے کرنا، مجبور ہوکر نہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

(مولانا حسنین رضا خاں، وصایا شریف، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ، مرید کے ضلع شیخوپورہ (پاکستان) ۱۴۰۴ھ، ص ۲۴)

غرباء، فقراء کے لئے اچھے کھانوں کا خیال رکھنا کون سا جرم ہے؟ یہ تو غریبوں سے ہمدردی ہے، امام احمد رضا کی یہ بات تو قابل تقلید ہے۔

ہاں جہاں صرف اپنے ہی پیٹ کا خیال ہو، مٹھائی، حلوہ، گوشت، میٹھے چاول، فیرینی، گلاب جامن، انناس کا شربت، پھل فروٹ پر جان دی جائے، اور کھانے پینے کی خواہش اس حد تک بڑھی ہو کہ مرتے وقت بھی اپنی خواہش نفس کے لئے ان

چیزوں کی فرمائش کی جائے، تہذیب واخلاق کی بھی دھجیاں بکھیر دی جائیں اور کھانے کے شوق میں دھما چوکڑی مچا دی جائے، تو ایسا عمل واقعی مضحکہ خیز اور قابل مذمت اور قابل افسوس ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو کھانوں کا شوق نہیں تھا، یہ شوق رکھنے والے کچھ اور لوگ ہیں، آیئے ہم ان کا تعارف کراتے ہیں!

مولوی محمد زکریا کاندھلوی سابق امیر تبلیغی جماعت اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں!

''حضرت (حسین احمد) مدنی قدس سرہٗ کے صرف کھانے ہی کے مد کی شفقتیں اور واقعات اگر گنواؤں تو ان کا احاطہ بھی دشوار ہے۔ بار بار اس کی نوبت آئی کہ حضرت تشریف لائے اور میں سبق میں تھا، حضرت نے دروازے پر کسی بچہ کو آواز دے کر فرمایا کہ حسین احمد کا سلام کہد و اور کہد و کہ جو کھانے کو رکھا ہے جلدی بھیج دو، گاڑی کا وقت قریب ہے اور جب اندر سے بچیوں کی یہ آواز سنتے کہ ابا جی کو مدرسہ سے جلدی سے بلالاؤ، تو حضرت للکار کے فرماتے کہ مجھے ابا جی کی ضرورت نہیں ہے کھانے کی ضرورت ہے، اگر ہو تو بھیج دو ورنہ میں جارہا ہوں، کئی دفعہ ایسی نوبت آئی کہ میرے آنے تک حضرت کھانا شروع فرمادیتے یا تناول فرمالیتے''۔

(ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ، خصوصی اشاعت ۱۴۰۳ھ، (شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا) مضمون ''حضرت شیخ کی آپ بیتی'' مضمون نگار مولوی منظور نعمانی ص ۱۵۵)

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں!

"ایک صاحب نے حضرت گنگوہی سے عرض کیا تھا کہ حضرت دانت بنوا لیجئے، فرمایا کیا ہوگا، دانت بنوا کر پھر بوٹیاں چبانی پڑیں گی، دانت نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو رحم آتا ہے، نرم نرم حلوا کھانے کو ملتا ہے"۔

(مولوی اشرف علی تھانوی، قصص الاکابر لحصص الاصاغر، مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور، س ن، ص ۱۴۲)

"(مولوی اشرف علی تھانوی) نے فرمایا مجھ کو میٹھے چاول دہی کے ساتھ بہت اچھے لگتے ہیں، چونکہ دہی میں قدرے ترشی ہوتی ہے اس لئے شیرینی سے مل کر لذت بڑھ جاتی ہے"۔

(الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، ملفوظات مولوی اشرف علی تھانوی، حصہ دہم، ملفوظ نمبر ۷ مطبوعہ مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (یوپی، ہندوستان)، س ن، ص ۱۴۳)

"مولوی سید طاہر حسن دیوبندی لکھتے ہیں کہ!

۱۹۲۹ء میں امروہہ میں جمعیۃ العلماء کا اجلاس ہوا وہ آموں کا موسم تھا، ہمارے یہاں حضرت (مولوی حسین احمد ٹانڈوی) کو دعوت دی گئی، حضرت کے ساتھ مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب بھی تھے، گھر میں جب حضرت تشریف لائے تو گوشت کی ہانڈی پکی رکھی تھی، حضرت نے ازراہ خوش طبعی و بے تکلفی براہ راست ہانڈی ہی سے شوربا پینا شروع کر دیا،

WWW.NAFSEISLAM.COM

یہ دلچسپ منظر دیکھ کر جملہ ہمراہی بشمول حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب بے ساختہ قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گئے"۔

(ابوالحسن بارہ بنکوی، شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات، مطبوعہ مکتبہ دینیہ دیوبند، ص۱۲۹)

انگریزوں نے جب مولوی محمود الحسن دیوبندی کو قید کرکے جزیرہ مالٹا بھیجا، تو وہاں انہوں نے اپنی سہولیات کے لئے انگریزوں کو جو درخواست دی، اُس میں یہ بھی لکھا کہ

"مجھ کو اور میرے رفقا کو کھانے کی سخت تکالیف ہے ہم گوشت کھانے کے عادی ہیں جس پر طبی حیثیت سے بھی مدار زندگانی شمار کیا جاتا ہے"۔

(مولوی حسین احمد ٹانڈوی، سفرنامہ شیخ الہند، مطبوعہ مکتبہ محمودیہ کریم پارک لاہور، ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء، ص۱۶۴)

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولوی احمد حسین لاہرپوری لکھتے ہیں کہ!

آموں کی فصل میں میں نے مولوی حسین احمد ٹانڈوی کو لاہرپور آنے کی دعوت دی......اسی سفر میں شب کے کھانے میں فیرنی کا صرف ایک چمچہ چکھ کر طشتری ہٹادی کہ آم تو کھانے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے، حضرت کے قریب مولانا محمد قاسم صاحب تھے، ان کے بعد میں اور میرے بعد محمد امین مرحوم کے استاد مولوی عابد حسین صاحب مرحوم، مولانا محمد قاسم صاحب نے فیرنی کی طشتری اپنے سامنے رکھ لی، اتنے میں کچھ حضرت

نے فرمایا وہ ادھر متوجہ ہوئے، مولوی عابد حسین مرحوم نے ایک کر طشتری اُٹھالی، مولانا محمد قاسم صاحب ان سے چھیننے کے لئے جھپٹے، حضرت نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا ''جی ہاں تبرک تو فیرنی ہی میں ہے چٹنی رکھی ہوئی ہے اس کو کوئی تبرکاً نہیں کھاتا''۔

(روز نامہ ''الجمعیۃ'' دھلی، شیخ الاسلام نمبر، خصوصی شمارہ، ۱۵ر فروری ۱۹۵۸ء، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ باغبانپورہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۷۷)

حاجی بدرالدین (ساکن، انچولی ضلع میرٹھ) بیان کرتے ہیں!

''حضرت (یعنی مولوی حسین احمد ٹانڈوی) فرماتے کہ حاجی صاحب آپ مٹھائی کیوں نہیں لائے، تو میں عرض کرتا حضور میرے پاس پیسے ہی نہیں ہیں، تو حضرت طالب علموں کو حکم دیتے کہ ان کی تلاشی لی جائے، پھر کیا تھا جتنے بھی طالب علم ہوتے سب کے سب میرے اوپر ٹوٹ پڑتے اور جو رقم میرے پاس ہوتی سب کی مٹھائی منگائی جاتی اور حصہ سے تقسیم ہوتی، کبھی کبھی تو حضرت میری شیروانی مذاق سے چھین کر اپنے پاس رکھ لیتے اور کہتے کہ جب واپس ہوگی جب مٹھائی کے واسطے پیسے دو گے، تب مجھ کو پیسے دینے پڑتے''۔

(روز نامہ الجمعیۃ دھلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۱۸۵)

مولوی حسین احمد ٹانڈوی

''مٹھائی کے سلسلہ میں حاجی بدرالدین سے کافی مزاح فرماتے تھے اور مختلف دلائل سے وجوب فرماتے ، حاجی صاحب کو حضرت کی زبان سے اصرار سننے کا شوق بھی تھا اور مٹھائی کھلانے کا بھی وہ عذر کرتے رہتے اور عدم وجوب کے دلائل دیتے ، آخر میں حضرت فرماتے ، دیکھئے یہ حضرات پھر زبردستی وصول کریں گے ، ادھر مولانا سلطان الحق صاحب ناظم کتب خانہ ، مولانا محمد عثمان صاحب چیئرمین دیوبند واستاذ دارالعلوم ، مولوی محمود احمد گل ناظم شعبہ تنظیم دارالعلوم اور دوسرے حضرات اس پر تیار بیٹھے رہتے کہ حضرت ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں ، ادھر حضرت کی زبان سے مذکورہ جملہ نکلتا ادھر یہ حضرات حاجی بدرالدین سے بہزار دقت روپیہ برآمد کروا لیتے''۔

''حضرت حکیم اسحاق صاحب کٹھوری ، حضرت کے معاصر بھی تھے...... ہر مرتبہ جب ان سے ملاقات ہوتی تو حضرت مٹھائی کا اصرار فرماتے ، موصوف انکار فرماتے ، آخر حضرت خود ان سے چھین لیتے اور جو کچھ جیب میں سے نکلتا کرایہ کی رقم واپس ہو کر سب کی مٹھائی آجاتی تھی''۔

(روزنامہ الجمعیۃ ، دہلی ، شیخ الاسلام نمبر ، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء ، ص ۲۳۲)

مولوی سید طاہر حسن لکھتے ہیں !

''(راقم الحروف کے)والد صاحب چونکہ حاجی امداد اللہ صاحب و

حضرت گنگوہی اور حضرت شیخ الہند کی صحبت وخدمت میں عرصہ دراز تک رہے تھے اس لئے حضرت (ٹانڈوی) کو ان سے گہرا تعلق تھا، بے تکلفی کا یہ عالم تھا کہ والد صاحب ایک مرتبہ دیوبند آپ کی خدمت میں حاضر تھے، حضرت نے فرمایا کہ مٹھائی کھلایئے، والد صاحب نے فرمایا مٹھائی تو آپ کھلایئے میں تو آپ کا مہمان ہوں، مگر حضرت نے نہ مانا کچھ دیر تو اصرار کیا لیکن جب اس طرح کام نہ چلا تو حضرت نے والد صاحب کو پچھاڑ کر ان کی جیب سے روپیہ نکال کر مٹھائی منگالی''۔

(روزنامہ ''الجمعیۃ'' دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ، گوجرانوالہ، ص ۲۹۳)

محمد یوسف قریشی لکھتے ہیں کہ!

'' گلاب جامن کے نام نے عام مجلسوں میں بارہا (مجھے) میر مجلس ہونے کی عزت بخشی ہے، اس نام کو سن کر جہاں ترش رو ہوا، منہ بگاڑا، بنایا، حضرت والا (مولوی حسین احمد ٹانڈوی) کی ظرافت کو جوش آ گیا، گلاب جامن طشت میں لا کر مجلس میں دستر خوان پر رکھی گئی، میں اچھلنا کودنا شروع کردیا، حکم ہوا یوسف کہاں گئے یہاں حاضر ہوں، خدام کے ہاتھوں پکڑ پکڑا کر حضرت قدس کے پہلو میں بٹھایا گیا، پھر حضرت نے تبسم فرمایا، چند جملے اپنے خاص انداز میں کہے، مجلس زعفران زار بن گئی، اپنے دست مبارک سے ایک گلاب جامن اٹھائی اور اپنے خاص انداز میں فرمایا لیجئے یہ

حاضر ہے، پھر میری مسرت کا کیا ٹھکانہ، منہ پھیلا دیا اور حضرت نے اپنے دست مبارک سے ایک خاص انداز میں اسے میرے منہ میں ڈال دیا، میں نے منہ میں لیتے ہی ایسا منہ بگاڑا کہ اہل مجلس لوٹ پوٹ ہو گئے، حضرت نے بھی مسکرا دیا اور پھر ہر طرف سے دست درازی شروع ہو گئی، میں باہر جا کر پلٹا کہ اتنے میں ساری پلیٹیں صاف ہو گئیں"۔

(روزنامہ الجمعیۃ، دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۳۷۶)

مولوی سید فرید الوحیدی رکن شعبہ تبلیغ دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ!

"(مولوی حسین احمد ٹانڈوی) کھانے کے ساتھ بیشتر بڑی رغبت سے شہد استعمال فرمایا کرتے تھے، اچار اور چٹنیوں سے بھی شوق فرماتے تھے، کبھی کسی کھانے کی یا کسی خاص چیز کی فرمائش کرتے۔

"پھلوں میں آم اور خربوزے بے حد مرغوب تھے، بالخصوص آم تو بہت ہی رغبت کھاتے تھے"۔

"آم کی اگر زیادہ قسمیں سامنے ہوتیں تو ہر ایک دانہ میں سے ایک ایک یا دو دو قاشیں ملاحظہ فرماتے تھے، اندازہ یہ ہوتا تھا کہ کھانے سے زیادہ ہر آم کا حسب ونسب و تاریخ پیدائش ووفات اور ابتدائی جائے پیدائش معلوم کر کے محظوظ ہوتے تھے"۔

"کھانے کے بعد اگر کوئی میٹھی چیز میسر آ جاتی تو رغبت سے نوش فرماتے

ہوئے دیکھا ہے"۔

"مرض وفات میں جب ڈاکٹری معائنہ کے لئے سہارنپور لائے تو موصوف (حاجی احمد حسین لاہرپوری) کی درخواست پر (ان کے گاؤں) بہٹ ایک شب کے لئے رونق افروز ہوئے اور شاید آخری مرتبہ شاہ صاحب کے باغ کے "رٹول" آم ملاحظہ فرمائے"۔

(روزنامہ الجمعیۃ، دھلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۲۳۱)

مرتے وقت پیٹ کا خیال

مولوی رشید الوحیدی لکھتے ہیں!

جس روز حضرت شیخ (حسین احمد ٹانڈوی) کی وفات ہوئی اس کی رات کو (اپنی باری پر) تقریباً ڈھائی بجے خدمت میں حاضر ہوا............فرمایا پانی لاؤ! جلدی سے پانی پیش کیا، ایک گھونٹ لے کر فرمایا: اچھا رکھ دے، اور سردا کاٹ لے، جب میں کاٹنے لگا تو فرمایا تھوڑا ہی کاٹنا، اتنی دیر میں میں نے طشتری میں چند قتلے پیش کیے، فرمایا تم بھی ساتھ کھاؤ، میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کھالیں، آخر کار دو قتلے چھوڑ دیئے اور فرمایا کہ لے کھالے، میں نے عرض کیا کہ رکھدوں پھر کسی وقت کھالیجئے گا، بہت سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا: نہیں کھالے! خبر دار رکھنا مت، میں نے اسے کھالیا، پھر فرمایا دیکھ ڈبے میں اناناس ہو تو شربت لے آ! میں سمجھ نہ سکا اور

بجائے شربت کے قتلے پیش کردیئے ، فرمایا یہ نہیں بلکہ شربت!"۔(ملخصاً)

(ابوالحسن بارہ بنکوی، شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات، مطبوعہ مکتبہ دینیہ ،دیوبند(یو۔پی)،س ن،ص ۱۸۰)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں!

"مولانا نانوتوی جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ نے مولوی محمودالحسن صاحب سے فرمایا کہ کہیں سے ککڑی لاؤ ، مولوی محمودالحسن فرماتے تھے کہ میں تمام کھیتوں میں پھرا مگر صرف ایک ککڑی چھوٹی سی ملی "۔

(مولوی اشرف علی تھانوی، ارواح ثلاثہ، مطبوعہ اسلامی اکادمی ناشر کتب اُردو بازار لاہور،ص ۲۴۶)

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولوی رشید احمد وحیدی، فیض آبادی لکھتے ہیں!

"کچھ عجیب اتفاق ہے کہ عموماً تمام مشائخ اور خصوصاً مولانا محمد قاسم نے آخری وقت میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا، چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے لئے لکھنؤ سے ککڑی منگائی گئی تھی، حضرت(ٹانڈوی) نے بھی آخر میں سردے کی خواہش کا اظہار فرمایا ،اور منجانب اللہ اسلاف کی سنت پر طبیعت اس درجہ مجبور ہوئی کہ جب مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا محمد شاہد صاحب فاخری ملاقات کو تشریف لائے تو

فرمایا کہیئے کیا آج کل سردا نہیں مل سکتا، انہوں نے عرض کیا ضرور مل جائے گا، چونکہ اس سے قبل مولانا اسعد صاحب اور مولانا فرید الوحیدی صاحب وغیرہ نے دہلی، سہارنپور، میرٹھ ہر جگہ تلاش کیا مگر کہیں دستیاب نہ ہوا"۔

آگے لکھتے ہیں!

"اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نانوتوی کے لئے لکھنؤ سے ککڑی منگوائی گئی تھی تو حضرت کے لئے مولانا سجاد حسین صاحب کی معرفت کراچی سے اور مولانا حامد میاں صاحب نے لاہور سے سردا بھیجا"۔

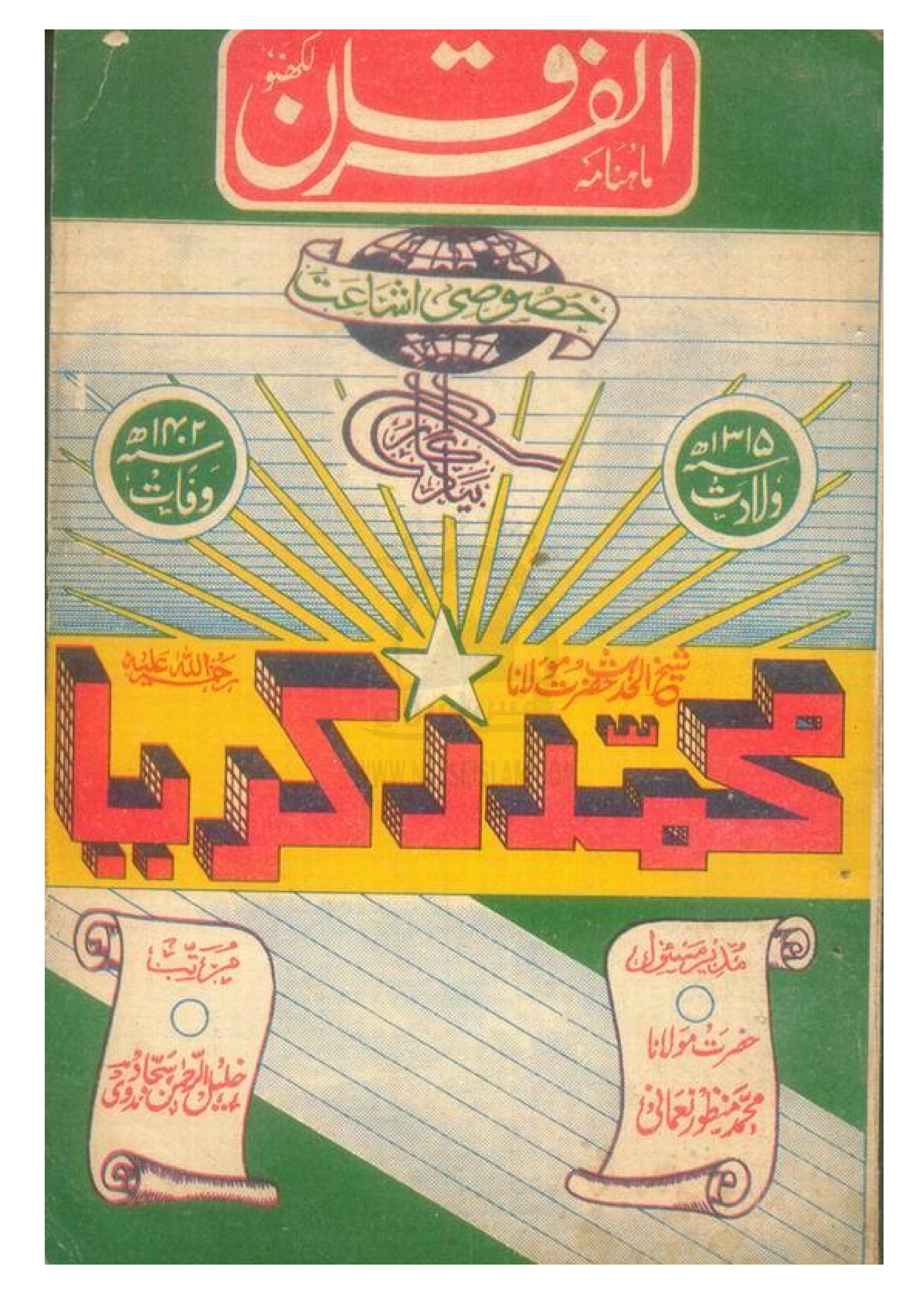
(روزنامہ الجمعیۃ، دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ، گوجرنوالہ ۱۹۸۴ء، ص۲۱۹)

وصایا مولوی اشرف علی تھانوی

"میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو، وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار اُن (یعنی بیوی) کے لئے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے کہ اُن کو تکالیف نہ ہو گی"۔

(عزیز الحسن، اشرف السوانح، حصہ سوم، مطبوعہ ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز، ۲۶ ریلوے روڈ لاہور، ۱۹۶۰ء، ص ۲۲۵)

آخری وقت میں کہاں فقراء کے لئے غم گساری کا خیال اور کہاں بیوی کا فکر اور پھل فروٹ کھانے کی خواہش؟ کیا کھانے پینے کے لئے ایسی اکھاڑ پچھاڑ، دھینگا مستی اور چھینا جھپٹی کہیں امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے بھی ثابت ہے؟۔

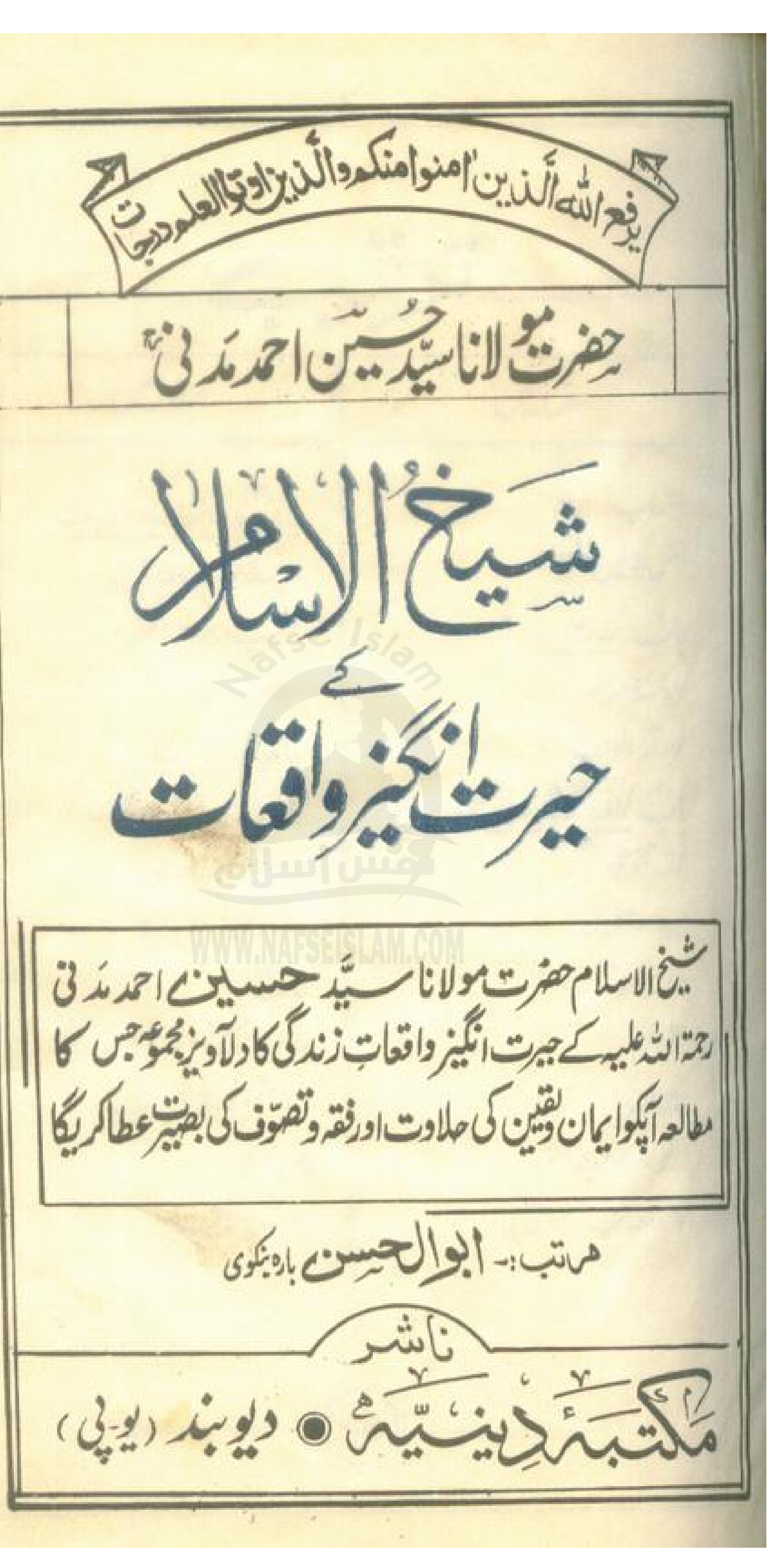


ماہنامہ
الفرقان
لکھنؤ
خصوصی اشاعت
ولادت
۱۳۱۵ھ
وفات
۱۴۰۲ھ
شیخ الحدیث حضرت مولانا
محمد زکریا
رحمۃ اللہ علیہ
مدیر مسئول
حضرت مولانا
محمد منظور نعمانی
مرتبہ
خلیل الرحمٰن سجاد ندوی

میں جلدی سے تین رکابیوں میں سالن لایا اور تین جگہ روٹیاں رکھیں۔
علامہ ابراہیم مرحوم جو معقول کے امام تھے فرمانے لگے کیا آپ کو ہمارے آنے کا پہلے سے علم تھا یا آپ کو کشف ہو گیا تھا؟ میں نے کہا کہ جناب کے یہاں بیٹھنے کے بعد یہ گوشت قصاب سے خریدا گیا ہے۔ فرمانے لگے یہ بات عقل میں نہیں آتی، میں نے کہا ہر بات معقول نہیں ہوتی، کچھ باتیں عقول سے بالاتر بھی ہوتی ہیں۔ حضرت مدنی نے علامہ سے فرمایا کہ مناظرہ نہ کرو، جلدی سے کھالو دیر ہو رہی ہے، ان کے یہاں تو یہ قصے چلتے ہی رہتے ہیں۔ (آگے شیخ فرماتے ہیں) اتنا مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت مدنی قدس سرہٗ کے دروازہ میں مصافحہ کے وقت سے گیارہویں منٹ پر دسترخوان بچھ گیا تھا۔ (آگے شیخ نے فرمایا ہے کہ حضرت مدنی قدس سرہٗ کے صرف کھانے ہی کے مد کی شفقتیں اور واقعات اگر گنواؤں تو ان کا احاطہ بھی دشوار ہے ـــ بار بار اس کی نوبت آئی کہ حضرت تشریف لائے اور میں سبق میں تھا، حضرت نے دروازے پر کسی بچہ کو آواز دے کر فرمایا کہ حسین احمد کا سلام کہدو اور کہدو کہ جو کھانے کو رکھا ہے جلدی بھیج دو، گاڑی کا وقت قریب ہے اور جب اندر سے بچیوں کی یہ آواز سنتے کہ ابا جی کو مدرسے جلدی سے بلالاؤ، تو حضرت للکار کے فرماتے کہ مجھے ابا جی کی ضرورت نہیں ہے کھانے کی ضرورت ہے، اگر ہو تو بھجوا دو ورنہ میں جارہا ہوں، کئی دفعہ اس کی نوبت آئی کہ میرے آنے تک حضرت کھانا شروع فرمادیتے یا تناول فرمالیتے تھے اور فرماتے کہ آپ کا آپ کے گھر والوں نے حرج کیا ہے میں نے نہیں بلوایا۔

حضرت شیخ نے اپنے ساتھ حضرت مدنی قدس سرہٗ کے قلبی تعلق اور خاص محبت و شفقت کے واقعات نقل فرماتے ہوئے ایک یہ واقعہ بھی بیان فرمایا ہے۔

حضرت قدس سرہٗ کا معمول گرمی ہو یا سردی اگر شب کو سونے کی نوبت آتی



یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات
حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی
شیخ الاسلام
کے
حیرت انگیز واقعات
شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی
رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعاتِ زندگی کا دلآویز مجموعہ جس کا
مطالعہ آپکو ایمان ویقین کی حلاوت اور فقہ وتصوف کی بصیرت عطا کریگا
مرتب:- ابوالحسن بارہ بنکوی
ناشر
مکتبہ دینیہ ● دیوبند (یو-پی)

کے مالک ہیں، راقم الحروف کے والد جناب حافظ زاہد حسن صاحب امروہوی سے اسی قسم کے مراسم تھے۔ والد صاحب چونکہ حاجی امداد اللہ صاحب و حضرت گنگوہی اور حضرت شیخ الہند کی خدمت و صحبت میں عرصہ دراز تک رہے تھے اسی لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے گہرا تعلق تھا۔

سنہ ۱۹۲۹ء میں امروہہ میں جمعیۃ علماء کا اجلاس ہوا وہ آموں کا موسم تھا۔ ہمارے یہاں حضرت کو دعوت دی گئی حضرت کے ساتھ مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب بھی تھے۔ گھر میں جب حضرت تشریف لائے تو گوشت کی ہانڈی پکی رکھی تھی۔ حضرت نے ازراہ خوش طبعی و بے تکلفی براہ راست ہانڈی ہی سے شوربا پینا شروع کر دیا۔ یہ دلچسپ منظر دیکھ کر جملہ ہمراہی بشمول حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب بے ساختہ قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گئے۔ (مولانا سید طاہر حسن صاحب)

امتیاز پسند نہ فرمایا

حضرتؒ ایک تقریب میں بچھرایوں تشریف لائے ہوئے تھے۔ مولانا اسعد میاں صاحب بھی ہمراہ تھے۔ میزبان صاحب نے ایک خاص کمرے میں حضرت کے کھانے کا انتظام کیا اور اصرار کیا کہ حضرت وہیں تشریف لے چلیں۔ چونکہ دالان میں اہل قصبہ کھا رہے تھے اس لئے حضرت نے اس امتیازی شان کو قطعاً پسند نہ کیا اور جب زیادہ اصرار کیا گیا تو فرمایا کہ قضائے حاجت کے لئے بھی انسان وہیں جاتا ہے جہاں سب جاتے ہیں۔ الغرض آپ مجمع میں تشریف لائے اور سب کے ساتھ اسی عام دسترخوان پر کھانا تناول فرمایا۔ (محمد یعقوب صاحب بچھرایوں)

مخملی قالین پر بیٹھنے سے انکار

کئی سال کی بات ہے کہ حضرت الشیخؒ سنبھل تشریف لائے تھے۔ حضرت کے میزبان کی جانب سے اس بات کی اجازت نہ تھی کہ کوئی دوسرے صاحب حضرت کی دعوت (طعام) کریں۔ البتہ چائے کے سلسلے میں ان کی جانب سے عام اجازت تھی چنانچہ میں نے حضرت کو چائے پر مدعو کیا اور آپ نے میری درخواست منظور فرمالی۔ اور آپ نے نماز جمعہ کے بعد کا وقت مقرر فرمایا۔ میں نے حضرت کی نشست کے لئے جازم پر مخملی قالین بچھا دیا۔ وقت مقررہ پر جب حضرت تشریف لائے اور جازم پر مخملی قالین بچھا ہوا دیکھا تو بہت ناراض ہوئے اور اپنے دست مبارک سے قالین کو اٹھا کر ایک کنارے کر دیا۔ میں نے بہت اصرار کیا اور کہا کہ

اور مجھے بھی کرایہ دیا کہ میں حضرت کے ہمراہ سفر کروں۔ بہرحال اب حضرت اسٹیشن پہنچے اور اپنا ٹکٹ خود خرید لیا میں نے بھی ٹکٹ خرید لیا اور جب گاڑی میں بیٹھ گئے تو میں نے وہ رقم پیش کی جو کانگریسی دوستوں نے دی تھی حضرت نے چونک کر فرمایا کہ: یہ کیا؟؟ میں نے عرض کیا کہ مصارف سفر ہیں! کانگریسی دوستوں نے پیش کئے ہیں: اول تو اس پر خفا ہوئے اور فرمایا کہ تم نے میری اجازت کے بغیر روپے لئے کیوں؟ پھر جب میں نے بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ دیوبند سے چلا ہوں، یہاں تک تیرہ روپے کچھ آنے صرف ہوئے ہیں اسی قدر واپسی میں صرف ہو گا۔ بس اتنی ہی رقم رکھ لو اور بقیہ واپس کر دو! اب ہندو دوستوں نے بھی بہت اصرار کیا لیکن کسی کی بات نہیں سنی گئی اور صرف ٹکٹ کے دام لے کر باقی رقم واپس کر دی گئی۔ پھر مجھے دیکھا کہ میں بیٹھا ہوا ہوں تو فرمایا: آپ کیسے بیٹھے ہوئے ہیں؟؟ میں نے عرض کیا کہ کانگریسی دوستوں کا اصرار ہے کہ میں حضرت کے ساتھ سفر میں رہوں اور انہوں نے اس کا صرفہ دے دیا ہے! اس پر اور بھی زیادہ بگڑے اور فرمایا: ٹکٹ واپس کر کے اس کے دام انہیں دے دو! میرے ساتھ کسی کے جانے کی ضرورت نہیں — مجھے حکم کی تعمیل کرنی پڑی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ تن تنہا اس پر آشوب دور میں بفضلہ تعالیٰ بخیریت دیوبند پہنچے۔

(مولانا خدا بخش صاحب ملتان)

WWW.NAFSEISLAM.COM

غایت بے تکلفی کے واقعات

میرے والد جناب حافظ زاہد حسن صاحب امروہوی چونکہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب و حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت شیخ الہند رحمہم اللہ کی خدمت میں عرصہ دراز تک رہ چکے تھے۔ اس لئے شیخ رحمۃ اللہ کو آپ سے گہرا تعلق تھا۔ بے تکلفی کا یہ عالم تھا کہ والد صاحب ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں دیوبند حاضر تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مٹھائی کھلائیے! والد صاحب نے فرمایا! مٹھائی آپ کھلائیے۔ میں تو آپ کا مہمان ہوں۔ مگر حضرت نے کچھ دیر تو مزید اصرار کیا اور جب دیکھا کہ اس طرح کام نہیں چلتا ہے تو والد صاحب کو پچھاڑ کر جیب سے روپے نکالے اور مٹھائی منگائی۔

۱۹۲۹ء میں امروہہ میں جمعیۃ علماء ہند کے عظیم الشان اجلاس کے موقع پر آموں کا

حکیم صاحب کے مکان سے فاصلے پر تانگہ چھوڑ دیا اور پیدل اچانک مطب میں تشریف لے آئے۔ حکیم صاحب نے آپ کو دیکھتے ہی آپ کے لئے اپنی جگہ چھوڑ دی مگر حضرت نے فرمایا کہ: آج میں بحیثیت مریض آیا ہوں اس لئے مریضوں ہی کی جگہ بیٹھوں گا۔ حکیم صاحب نے بیحد اصرار کیا لیکن وہیں مریضوں ہی کی جگہ پر بیٹھ کر نبض دکھائی۔

(جناب حکیم ذوالنون صاحب سہارنپور)

غایت جفاکشی

ایک مرتبہ حضرتؒ اطراف آسام کا دورہ کر کے مہینہ بھر کے طویل سفر سے واپس آئے۔ تقریباً آٹھ بجے صبح دیوبند پہنچے تھے۔ طلبا اور اساتذہ جمع تھے۔ کچھ دیر باہر تشریف فرما رہے۔ اس کے بعد بخاری پڑھنے والے طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔ جاؤ اعلان کر دو کہ ساڑھے نو بجے سبق ہوگا۔ تمام طلباء نے اصرار کیا کہ حضرت ابھی آپ کی اس قدر طویل سفر سے واپسی ہوئی ہے آج تو آرام فرمالیجئے! یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ: کیا میں پیدل چل کر آیا ہوں، ریل، ہوائی جہاز، اور موٹر میں سفر ہوا ہے پھر تکان کیسا؟ یہ سب فضول باتیں ہیں تم اس واسطے یہ کہہ رہے ہو کہ آج اور کھیلنے کو مل جائے۔ چلو میں ابھی آتا ہوں۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

"دیوانہ بکار خویش ہشیار"

حاجی بدرالدین صاحب ساکن انچولی ضلع میرٹھ ہمیشہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جاں نثاروں، مزاج شناسوں اور مخصوص خدام میں سے رہے ہیں وہ جب بھی مجلس میں ہوتے کسی نہ کسی عنوان سے مٹھائی ضرور طلب کی جاتی۔ کبھی مقدمہ جیتنے کی خوشی میں، کبھی زمین کی خریداری کے سلسلے میں اور کبھی نواسہ وغیرہ کی پیدائش کی تقریب میں۔ اگر موصوف مٹھائی کھلانے سے انکار کرتے تو ان کی تلاشی لی جاتی اور جو کچھ برآمد ہوتا وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا۔ اس میں سے جس قدر مناسب سمجھتے مٹھائی کا حکم فرما دیتے ــ اور بقیہ رقم واپس کر دی جاتی۔ حاجی صاحب جب آتے تو قصداً تفریح کی نیت سے روپے چھپا لیتے۔ کبھی نوٹوں کو کمربند کے اندر اور اگر زیادہ خطرہ ہوتا تو منہ ہی میں رکھ لیتے۔ اگر چھیننے والے کامیاب ہو جاتے تو حضرت کی خدمت میں مقدمہ پیش ہوتا اور عموماً فیصلہ حاجی صاحب کے خلاف ہی ہوتا تھا۔

تھے جس فرحت و انبساط کے ساتھ سوکھی روٹی کھا رہے تھے اسی طرح ہنسی خوشی مرغن کھانے کھائے۔ نہ پہلے رویّے پر میزبان کو کچھ کہا اور نہ دوسرے برتاؤ پر۔ یہ بھی آپ کی بے نفسی و بے غرضی اور خلوص و للّٰہیت کی واضح مثال۔

(مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی)

یہ چٹنی رکھی ہوئی ہے اسے کوئی نہیں پوچھتا

ایک مرتبہ آموں کی فصل میں حضرت شیخؒ کو ہم نے لاہر پور آنے کی زحمت دی۔ قلمی آموں کے باغات کے سلسلے میں لاہر پور کافی شہرت رکھتا ہے۔ ایک بار شیخ رمضان علی صاحب مرحوم نے یہاں کے باغات کی کثرت اور عمدگی کا تذکرہ کیا تو حضرتؒ نے مسکرا کر فرمایا تو یوں کیوں نہیں کہتے کہ آپ لوگ بہت باغی ہیں!۔

اسی سفر میں راستے کے وقت کھانا کھاتے ہوئے فیرینی کا صرف ایک چمچہ لے کر طشتری ہٹادی کہ ابھی آم بھی تو کھانے ہیں آخر اس کی کیا ضرورت؟

حضرت کے قریب مولانا محمد قاسم صاحب بیٹھے ہوئے تھے، ان کے بعد میں اور میرے بعد مولوی عابد حسین صاحب مرحوم تھے۔ مولانا قاسم نے فیرینی کی وہ طشتری اپنے سامنے رکھ لی۔ اتنے میں حضرت کے کچھ فرمانے پر مولانا موصوف ادھر متوجہ ہوئے اور مولوی عابد حسین صاحب مرحوم نے موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے طشتری اپنی جانب کرلی۔ مولانا قاسم نے اب دوبارہ جو طشتری پر نگاہ ڈالی تو ان کے سامنے سے غائب اور مولوی عابد حسین مرحوم کے سامنے موجود نظر آئی پھر کیا تھا وہ طشتری کی جانب لپکے اور آپس میں چھینا جھپٹی ہونے لگی۔ حضرت یہ خاموشی سے دیکھ رہے تھے لیکن جب آخری منظر سامنے آیا تو مسکرا کر فرمایا:

"جی ہاں! تبرک تو بس فیرینی ہی میں ہے! یہ چٹنی رکھی ہوئی ہے اسے تبرکاً کوئی نہیں پوچھتا!

(حاجی احمد حسین صاحب لاہر پوری)

مکہ معظمہ میں کھجوریں پیدا کہاں ہوتی ہیں

ایک مرتبہ ایک صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت! مکہ معظمہ کی کھجوریں عنایت فرمادیجیے! حضرت نے جواب میں فرمایا: حضور! مکہ معظمہ میں کھجوریں

اس جملے کو سننے کے بعد صاحبزادہ محترم کو احساس ذمہ داری نے بوجھل بنادیا اور فوراً چندہ دے کر برادر خورد کی دلجوئی فرمائی۔ مولانا اسعد صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنی ماں کو آپا کہتا تھا اور حضرت بھی جب حکم فرماتے تو کہتے کہ: جا اپنی آپا سے یہ بات کہہ دے۔ لیکن جب مرض الموت میں شدت کرب سے آپ کی نیند حرام ہو چکی تھی۔ ایک رات صاحبزادہ محترم مولانا اسعد صاحب سے فرمایا: اپنی والدہ کو جگادے!۔ دراصل آخری لمحات زندگی میں خلاف عادت مذکورہ لفظ استعمال کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ صاحبزادہ محترم کو ذمہ داری اور فریضہ خدمت کا احساس دلا رہے تھے۔ (مولانا عبدالرشید صاحب مونگیری)

ہماری یہ شب کیسی شب ہے خدایا!

(جس روز حضرت شیخ کی وفات ہوئی) اس کی رات کو (اپنی باری پر) تقریباً ڈھائی بجے خدمت میں حاضر ہوا اور بہت آہستگی سے جا کر سرہانے بیٹھ گیا کہ کہیں آنکھ نہ کھل جائے۔ محسوس ہوا کہ حضرت برابر اللہ اللہ کر رہے ہیں اور کروٹ لے رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: آج کچھ تکلیف زیادہ ہے؟ جی ـــ فرمایا کہ: ہاں بھائی! لو مجھے اٹھادو ـــ میں نے سہارا دے کر اٹھادیا۔ فرمایا کہ: پانی لاؤ! جلدی سے پانی پیش کیا۔ ایک گھونٹ لے کر فرمایا: اچھا رکھ دے! اور سردا کاٹ لے۔ جب میں کاٹنے لگا تو فرمایا کہ: تھوڑا ہی کاٹنا۔ اتنی دیر میں میں نے طشتری میں چند قتلے پیش کئے۔ فرمایا: تم بھی ساتھ کھاؤ! میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کھالیں آخر کار دو قتلے چھوڑ دیئے اور فرمایا کہ: لے کھالے! میں نے عرض کیا کہ رکھ دوں پھر کسی وقت کھا لیجئے گا! بہت سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا: نہیں بھائی! خبردار رکھنا مت! میں نے اسے کھالیا۔ پھر فرمایا: دیکھ ڈبے میں اناس ہو تو شربت لے آ! میں سمجھ نہ سکا اور بجائے شربت کے قتلے پیش کر دیئے۔ فرمایا: یہ نہیں بلکہ شربت! جب تک شربت لاؤں ایک قاش منہ میں رکھ چکے تھے۔ اسے تھوکنا چاہا اور سلفچی اٹھانے کے لئے اشارہ کیا۔ میں نے ہاتھ آگے کر دیا۔ کچھ پس و پیش کے بعد قاش ہاتھ پر ڈال دی اس کا رس چوس لیا تھا۔ میں نے شربت پیش کر دیا لیکن بجائے شربت پینے کے میری جانب دیکھتے رہے میں نے اس قاش کو اپنے منہ میں رکھنا ہی چاہا تھا کہ بہت

روزنامہ "الجمعیۃ" دہلی — شیخ الاسلام نمبر



ناشر
مکتبہ مدنیہ
باغبانپورہ جدید، گوجرانوالہ
پاکستان

فون : ۷۶۲۲۱
۷۶۴۶۳
۷۵۶۵۶

اشاعتِ نو بسعی و اہتمام
حافظ محمد یوسف عثمانی
مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم
گوجرانوالہ

تو بھلا میں کیا کرتا۔

یہ سب کچھ خدا کی طرف سے تھا ورنہ میں تو کسی بھی قابل نہیں۔ حضرت فرماتے کہ حاجی صاحب آپ مٹھائی کیوں نہیں لاتے تو میں عرض کرتا حضور میرے پاس پیسے ہی نہیں ہیں تو حضرت طالب علموں کو حکم دیتے کہ ان کی تلاشی لی جائے پھر کیا تھا جتنے بھی طالب علم ہوتے سب کے سب میرے اوپر ٹوٹ پڑتے اور جو رقم میرے پاس ہوتی سب کی مٹھائی منگائی جاتی اور حصہ سے تقسیم ہوتی۔ کبھی کبھی تو حضرت میری شیروانی مذاق سے چھین کر اپنے پاس رکھ لیتے اور کہتے کہ جب واپس ہوگی جب مٹھائی کے واسطے پیسے دو گے۔ تب مجھ کو پیسے دینے پڑتے۔

حضرت کو بھلا کس بات کی کمی تھی۔ آپ کے پاس ہزاروں من مٹھائیاں تھیں اور ہزاروں روپیہ تھے۔ مگر خدا کی قدرت کہ حضرت مجھ پر بہت مہربان تھے۔ جب حضرت زیادہ موڈ میں ہوتے تو اپنی چھوٹی بچی عمرانہ سے یہ شعر پڑھواتے۔

کہیں ہے روس کا بٹوا کہیں ہے چین کا بٹوا
ہے حضرت شیخ کی محفل میں بدر الدین کا بٹوا

اور بھی ہزاروں کی تعداد میں مریدین تھے۔ مگر کسی کی یہ ہمت نہ ہوتی کہ حضرت سے بات کرے مگر حضرت کی مجھ پر کس قدر شفقتیں تھیں کہ میں بھری محفل میں حضرت کے قریب ہوتا۔

دنیا جانتی ہے کہ حضرت کا علمی حیثیت سے ہندوستان کے علماء میں سب سے زیادہ اونچا مرتبہ تھا، مذہبی زندگی کے لحاظ سے آپ مسلمانوں کے ایک بہت بڑے پیشوا اور رہبر تھے۔ دنیا کا کوئی بھی خطہ ایسا نہیں جہاں آپ کے شاگرد موجود نہ ہوں۔ اسی لئے آپ اسلامی دنیا کی سب سے بڑی مذہبی یونیورسٹی (دارالعلوم دیوبند) کے پرنسپل اور شیخ الاسلام تھے جب کبھی اسلامی نقطۂ نظر سے کوئی اہم یا دشوار سوال پیدا ہوجاتا تو آپ کا قلم حرکت کرتا اور علمائے دین اسلام کے لئے سامان اطمینان پیدا کرتا۔

میں اکثر سفر میں بھی حضرت کے ساتھ ہوتا اسی لئے میں آپ کے روزمرہ کے معمولات سے بخوبی واقف ہوں۔ آپ کے معمولات تقریباً صبح تین بجے سے شروع ہوکر رات کے بارہ بجے اختتام پذیر ہوتے آپ کا وقت زیادہ تر سفروں ہی میں گزرتا، کیونکہ ہندوستان بھر کی مذہبی اور قومی جماعتوں کی ضرورتیں متواتر سفر پر مجبور کرتی رہتی تھیں کسی کی دل شکنی کرنا آپ کی وسیع الاخلاق طبیعت کے لئے محال ہوجاتا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کی نمازیں دوران سفر بھی باجماعت ادا ہوتی تھیں اور اسی طرح تمام معمولات۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ آپ جتنے بھی دن دارالعلوم میں درس دیتے اتنے ہی دن کی تنخواہ لیتے۔ مثلاً آپ نے ایک دن درس دیا تو آپ ایک ہی دن کی تنخواہ لیتے۔ اللہ اکبر۔

آپ کی چھوٹی سے چھوٹی سنت بھی کبھی قضا نہ ہوتی۔ آپ بہت بڑے مہمان نواز تھے۔ آپ کا دسترخوان ہمیشہ وسیع رہا۔ کھانے پر عموماً بیس پچیس مہمان ضرور ہوتے۔ سب سے بڑی اور لطف کی بات یہ تھی کہ اگر کوئی مہمان رات کے بارہ بجے پہنچتا تو اس کے لئے بھی تازہ کھانے کا انتظام ہوتا۔ گھر میں عورتیں بھی کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کرتیں کیونکہ وہ اس جفاکشی کی عادی ہوگئی تھیں

تین بجے صبح آپ تہجد کی نماز وظائف وغیرہ پڑھتے۔ پھر فجر کی نماز اور تلاوت قرآن شریف وغیرہ اس سے فارغ ہوکر آپ مہمان خانہ تشریف لاتے اور مہمانوں کے ساتھ ناشتہ کرتے پھر بارہ بجے تک دارالعلوم میں درس دیتے اور بحیثیت پرنسپل دوسرے کام دیکھتے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد آپ تھوڑی دیر آرام فرماتے، پھر ظہر کی نماز ادا ہوتی۔ اس کے بعد ڈاک اور لوگوں سے گفتگو وغیرہ۔ اس سے فارغ ہوکر عصر کی نماز ادا ہوتی اور پھر درس دیتے۔ مغرب کی نماز کے بعد ایک سوا پارہ تلاوت فرماتے اور بیعت کا سلسلہ رہتا پھر مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور عشاء کی نماز کے بعد بخاری شریف کا درس دیتے۔ اور قریب بارہ بجے آرام فرماتے۔

بہرحال بطور خلاصہ یہاں یہ کہنا ضروری ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر ایک دن تاریخ آزادی کا ایک ایک ورق بنتا ہے۔

مسلمانوں کو بیدار کرنے اور تحریک آزادی میں مصروف عمل کرنے میں آپ کا، میں تو یہی کہوں گا، حصہ ہندوستان بھر کے ان تمام لیڈروں میں سب سے زیادہ اونچا اور نمایاں ہے۔ جنھوں نے جنگ آزادی میں حصہ لیا۔

جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے۔

قطعہ سال وفات

رحمت بلند شہری

شیخ اسلام حسین احمد کہ بود
مہر دین زیر سمائے آسماں
از سر آہ بجگر رحمت سنین
شیخ اکبر رفت از دنیائے دوں
١٩٥٧ء



ہے۔ بچپن میں تو عام طور پر لوگ حتیٰ کہ بعض باشندگان دیوبند تک مجھے حضرت ہی کا فرزند سمجھتے رہے اور بہت سے ناواقف حضرات آج تک اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے تھے۔

لڑکپن میں چھوٹی سی سائیکل آئی تھی تو اس میں مجھے اور صاحبزادہ عم گرامی اسعد کو برابر کا شریک بنایا تھا۔ سواری کی تربیت کے لئے گھوڑا منگوایا تھا تو ہم دونوں کی سواری کے لئے ایک ایک دن مقرر فرمایا تھا۔ بڑے ذوق و شوق سے ہم سب کی شادیاں کی تھیں، اب صرف ایک بھائی عزیزی سعید الوحیدی سلمہ باقی رہ گیا تھا۔ وصال سے ایک روز پہلے والدہ ماجدہ مدظلہا سے فرمایا کہ اگر اس مرتبہ میں زندہ رہا تو رمضان بعد سعید اور ارشد (صاحبزادہ) دونوں کی شادیاں کر دوں گا۔

غرض اس دور نفسی نفسی میں حقیقی پوتوں کے سروں پر اس طرح شفقت کا ہاتھ اور مہر و محبت کی نگاہ رکھنی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے اور پھر بھتیجے یا بھتیجے کی اولادوں کے لئے اس طرح آغوش شفقت وا کر دینے کی مثال تو شاید ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے۔

صاحبزادگان صاحبزادیاں اور ہم سب بہن بھائی عموماً مختلف چیزوں کی فرمائش کرتے تھے جن میں ۹۹ فی صدی حضرت پوری کرتے تھے اور نہایت عمدہ اور کار آمد اشیاء خرید فرماتے تھے۔ صاحبزادیاں عموماً کپڑوں کی فرمائش کرتی تھیں جن کو مہیا کرنے میں بڑے ذوق کا ثبوت دیتے تھے۔ صاحبزادیوں کو نسبتاً زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ ان کی فرمائشیں اور ضدیں بااحسن وجوہ پوری فرماتے بچپن میں ہماری فرمائشیں کبھی زیادہ ہو جاتی تھیں تو اکثر فرمایا کہ "تم گدھوں کو فضول خرچی کی عادت ہو گئی ہے۔ ہمارے میاں ہم کو دیوبند صرف ایک روپیہ ماہوار بھیجا کرتے تھے اسی میں کھانے کے علاوہ سارے مصارف پورے کرنے پڑتے تھے۔

گھر کے افراد سے کبھی اپنے کام کے لئے نہ فرماتے تھے۔ بدن دبانے سر پر تیل لگوانے یا گرمیوں میں پنکھا کرنے یا سخت سے سخت گرمیوں میں بجلی کا پنکھا کھولنے کی کبھی فرمائش نہیں کی۔ از خود اگر کوئی ان خدمات کے لئے حاضر ہوتا تھا تو منع فرماتے تھے، مگر اصرار پر اجازت مرحمت فرما دیتے تھے۔ پڑھے لکھے حضرات سے پنکھے کے لئے منع فرماتے ہوئے کہتے کہ "حضور سے کبھی پنکھا کروانا ثابت ہے؟" جب کبھی مجامع اور مجالس میں تشریف آوری پر لوگ تعظیماً کھڑے ہوتے تو بری سے بیٹھنے کا حکم فرماتے اور خفا ہوتے اس وقت تک تشریف نہ رکھتے۔ جب تک ایک ایک فرد بیٹھ نہ جاتا۔ کبھی کھڑے ہونے والوں میں علماء و طلباء ہوتے تو حدیث پڑھتے تھے: "لا تقوموا کما تقوم الاعاجم تعظیما لهم او کما قال" کبھی کبھی مجالس میں شگفتگی و مزاح کی گفتگو بھی فرماتے تھے۔ کسی شخص کے یہاں بچی یا بچہ ہوتا تو فرماتے آپ پر مٹھائی واجب ہے۔

مٹھائی کے سلسلہ میں قصبہ ایچولی ضلع میرٹھ کے حاجی بدرالدین سے کافی مزاح فرماتے تھے اور مختلف دلائل سے وجوب فرماتے۔ حاجی صاحب کو حضرت کی زبان سے اصرار سننے کا شوق بھی تھا اور مٹھائی کھلانے کا بھی وہ عذر کرتے رہتے اور عدم وجوب کے دلائل دیتے آخر میں حضرت "فرماتے" دیکھئے یہ حضرات پھر زبردستی وصول کریں گے" ادھر مولانا سلطان الحق صاحب ناظم کتب خانہ مولانا محمد عثمان صاحب چیئرمین دیوبند و استاذ دارالعلوم مولوی محمود احمد گل ناظم شعبہ تنظیم دارالعلوم اور دوسرے حضرات اس پر تیار بیٹھے رہتے کہ حضرت ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں۔ ادھر حضرت کی زبان سے مذکورہ جملہ نکلتا ادھر یہ حضرات حاجی بدرالدین سے بزور وقت روپیہ برآمد کروا لیتے تھے۔ حضرت حکیم اسحاق صاحب کٹھوریؒ حضرتؒ کے معاصر بھی تھے اور بے تکلف رفیق بھی مرحوم کو حضرت سے عشق کے درجہ میں محبت تھی ہر مرتبہ جب ان سے ملاقات ہوتی تو حضرت مٹھائی کا اصرار فرماتے۔ موصوف انکار فرماتے۔ آخر حضرت خود ان سے چھین لیتے اور جو کچھ جیب میں سے نکلتا کرایہ کی رقم واپس ہو کر سب کی مٹھائی آجاتی تھی، واضح رہے کہ مرحوم ہمیشہ اپنی جیب میں اس مد کی رقم لے کر ہی حاضر ہوتے۔

کسی کو گلاب جامن سے چڑ تھی تو اس سے مزاح فرماتے۔ تقاضا کرتے کہ تم خود لے کر آؤ۔ وہ لے آتے اور فرماتے حضرت دل پر پتھر رکھ کر بازار سے لے تو آیا ہوں، مگر اب آگے حکم نہ فرمایا جائے۔ آخر میں حضرت اس نکتہ پر آتے کہ آپ کو کھانی پڑے گی اور وہ ابکائیاں مصنوعی لیتے ہوئے کہتے کہ حضرت! اپنے ہاتھ سے نہ کھاؤں گا چاہے جان رہے یا جائے بدقت حضرت خود اپنے ہاتھوں سے ان کو گلاب جامن کھلاتے اس مرحلہ پر آکر ان صاحب کو ساری چڑھ بھول جاتی اور نہایت مسرور ہو کر کئی گلاب جامنیں چٹ کر جاتے!

سوتے وقت ہمیشہ داہنی کروٹ سوتے تھے۔ چت بہت کم لیٹتے تھے اگر کبھی لیٹتے تو ایک پیر دوسرے پیر پر رکھ لیتے تھے۔ خراٹے کی آواز میں نے کبھی نہیں سنی، انگڑائی لیتے بھی کبھی نہیں دیکھا۔ جمائی کو پوری قوت کے ساتھ روک لیتے تھے اور اگر کبھی آہی جاتی تو دونوں ہونٹ ملانے کی کوشش کرتے منہ کھولتے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہر متعلق و متوسل سے بچوں کی شادی کے سلسلہ میں عجلت کی تاکید فرماتے تھے، لیکن اپنے گھر کے بچوں کے سلسلے میں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پیدائش کے دن ہی سے دن گننا شروع کر دیتے تھے جونہی کوئی بچہ حد بلوغ کو پہنچا پھر کوئی حجت کام نہ دیتی تھی۔

راقم الحروف اور عم گرامی صاحبزادہ اسعد صاحب کی شادیوں کے لئے نینی جیل سے ۱۹۴۴ء میں جناب قاری اصغر علی صاحب معتمد خاص کو تحریر فرمایا کہ میری رہائی کا ہرگز انتظار نہ کرتے ہوئے ان دونوں کی شادیاں کر دی

اگر گورنمنٹ مذہبی آزادی چھیننے پر آمادہ ہے تو مسلمان اپنی جان تک قربان کر دینے کے لئے تیار رہیں گے اور میں پہلا شخص ہوں گا جو اپنی جان قربان کروں گا۔"

آج بھی ان حضرت مدنی رحؒ کی دل کی آواز یہی تھی صرف لفظ حکومت برطانیہ بدلا ہوا تھا۔ اور موجودہ حکومت کو خطاب وعتاب تھا۔

حضرت مدنیؒ کا یہ اسلامی جذبہ فنا اور معدوم نہیں ہوا تھا بلکہ وہی جذبات اندرون میں موجزن تھے جو اسلام کے معاند اور مخالف حکومت کے لئے ہو سکتے ہیں اور اس کے لئے آپ اپنی جان تک قربان کر دینے کو تیار تھے البتہ اس قدر فرق ضرور ہے کہ اب چونکہ جمہوری حکومت ہے اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اکثریت کو پہلے اسلام سے باخبر کریں تاکہ یہ اسلام دشمنی اور عناد دور ہو اور حالات اعتدال پر آئیں یہی اس وقت آئینی تدبیر ہے اور یہی تحریک ولی اللہی کے آخری مقصد کا مفہوم ہے اور یہی وہ درس انسانیت ہے جس کو حضرت مدنیؒ نے پورے زور وشور اور سرگرمی کے ساتھ شروع فرمایا جو اسلام کی سربلندی اور ترقی کا واحد طریقہ ہے۔

حضرت مدنیؒ کی اصلی یادگار

انبیاء اور رسولوں کی یادگار مجلس میلاد پڑھ دینے اور برسی منا دینے سے نہیں ہوتی ان کی یادگار کے لئے ضروری ہے کہ ان کی لائی ہوئی شریعت اور بتائی ہوئی تعلیمات کو زندہ اور برقرار رکھا جائے۔ اور اپنی زندگی کا دستور العمل اور نصب العین بنایا جائے۔ اسی طرح انبیاء ورسولوں کے حقیقی وارثوں اور جانشینوں کی یادگار محض خصوصی نمبروں کے شائع کر دینے سے قائم نہیں ہوتی بلکہ ان کی اصلی یادگار یہ ہے کہ ان کے کارناموں کو زندہ اور برقرار رکھا جائے۔ اور ان کے مقاصد زندگی کو فروغ وعروج دیا جائے۔ پس حضرت مدنی رحؒ کی یادگار کے لئے بھی محض "شیخ الاسلام مجلس" اور مدنی نمبر شائع کر دینا کسی طرح بھی کافی نہیں ہو سکتا بلکہ اصلی یادگار یہ ہے کہ حضرت مدنیؒ کے کارناموں کو زندہ رکھا جائے اور ان کے مقاصد زندگی کو عروج وفروغ دیا جائے اور ان مقاصد کے لئے قربانی دی جائے جن پر انہوں نے اپنی جان عزیز قربان کی ؂

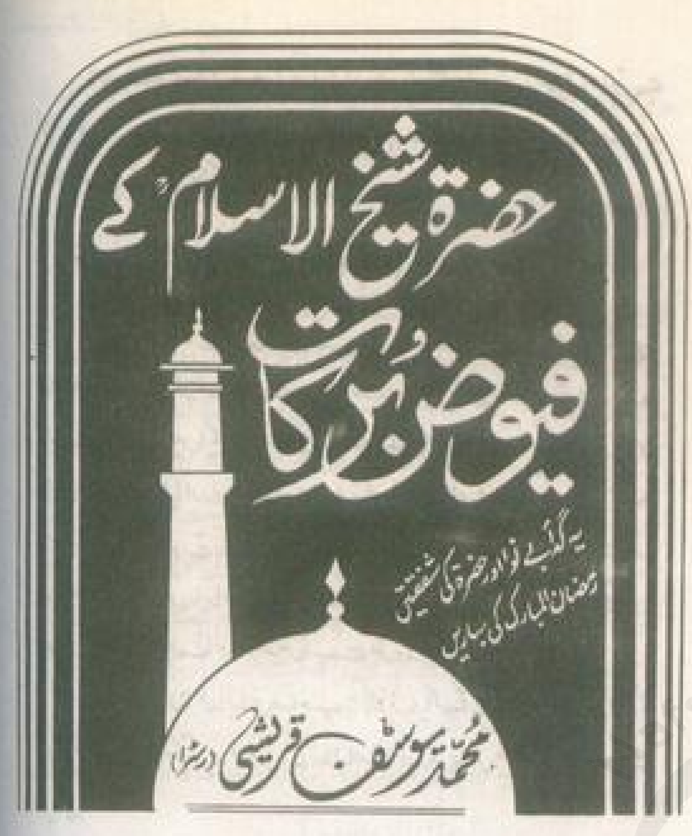
عجب رسمے بنا کردند بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

میں نے جو کچھ سوچا تھا اپنی بیماری اور معذوری کی وجہ سے وہ سب کا سب قلمبند نہ ہو سکا پھر بھی جو کچھ لکھا گیا وہ ایک سمجھدار کے لئے بہت کافی ہے۔"

"اگر در خانہ کس است یک حرف بس است"

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

(احتشام الحسن)



اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے مجھے اپنے ایک نیک اور محبوب بندہ کے ذریعہ دین کی سوجھ بوجھ عطا کی اور اس طرح میں نے لغو زندگی سے نکل کر نیک لوگوں کے نشان قدم پر چلنا شروع کر دیا۔ گو حالات پہلے سے زیادہ اچھے نہیں مگر یہ کیا کم ہے کہ خدا پرستوں کے کفش برداروں میں شمار کیا جاتا ہے۔

جس برگزیدہ بندہ نے مجھ سیاہ کار کو سہارا دیا دنیا اس کو شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی رحؒ کے نام نامی سے یاد کرتی ہے اور بلاشبہ اور بلا مبالغہ مجھ جیسے لاکھوں انسان اس ذات گرامی سے وابستہ تھے ہزاروں نے اس کی رہنمائی میں زندگی کی راہ پائی اور لاکھوں سرگرم ہیں۔ دیر سویر وہ بھی گرتے پڑتے منزل مقصود پر لگ جائیں گے اللہ تعالیٰ کی رحمت ورافت سے یہ کوئی بعید نہیں چند ماہ ہوئے کہ بنی نوع انسان کا یہ گراں اور قیمتی سرمایہ لٹ گیا۔ جس نے لاکھوں فقیروں کی جھولیاں بھرنے کے لئے سہارا دیا۔ اور جن کے دست حق پرست پر ہم جیسے لاکھوں ہزاروں انسانوں کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی تھی۔

۱۹۴۲ء سے خاکسار کو آستانہ مدنی رحؒ سے وابستگی کی عزت حاصل ہوئی اور اس عرصہ میں سینکڑوں جلوت وخلوت کی مجلسوں میں شرکت کا موقع نصیب رہا بالخصوص گلاب جامن کے نام نے عام مجلسوں میں بارہا میر مجلس ہونے کی عزت بخشی ہے اس نام کو سن کر جہاں میں ترش رو ہوا، منہ بگاڑا، بنایا حضرت والا کی ظرافت کو جوش آگیا۔ گلاب جامن طشت میں لا کر مجلس میں دستر خوان پر رکھی گئی میں نے اچھالنا کودنا شروع کر دیا حکم ہوا یوسف کہاں گئے یہاں حاضر ہوں خدام کے ہاتھوں پکڑ



پکڑ کر حضرت اقدس کے پہلو میں بٹھا لیا گیا پھر حضرت نے تبسم فرمایا، چند جملے اپنے خاص انداز میں کہے۔ مجلس زعفران زار بن گئی۔ اپنے دست مبارک سے ایک گلاب جامن اٹھائی اور اپنے خاص انداز میں فرمایا لیجئے یہ حاضر ہے۔ پھر میری مسرت کا کیا ٹھکانا منہ پھیلا دیا اور حضرت نے اپنے دست مبارک سے ایک خاص انداز میں اسے میرے منہ میں ڈال دیا۔ میں نے منہ میں لیتے ہی ایسا منہ بگاڑا کہ اہل مجلس لوٹ پوٹ ہو گئے۔ حضرت نے بھی مسکرا دیا۔ اور پھر ہر طرف سے دست درازی شروع ہو گئی میں باہر جا کر پلٹا کہ اتنے میں ساری پلیٹیں صاف ہو گئیں یہاں پہنچ کر بے ساختہ دل بھر آیا، آنسو تیرنے لگے۔

عدل اور مساوات کا جو منظر حضرت کے دسترخوان پر دیکھنے میں آتا تھا بس دیکھنے والے سے پوچھئے مجلس میں علما، صوفیا، لیڈران قوم اور رؤسا کے پہلو بہ پہلو وہ محتاج پھٹے پرانے گندہ کپڑوں میں پلٹے ہوئے غربا بھی ہوتے تھے جن کو دیکھ کر اس دور میں پیشانیوں پر شکنیں پڑنے لگتی ہیں مگر کیا مجال کہ دسترخوان مدنی پر پہنچ کر کسی پر بھی اس سلسلہ میں ذرا بھی گرانی ہو کم از کم کھانے کی چیز ہوتی مگر ہر شخص کو بقدر حصہ برابر ملنی لازمی تھی کوئی محروم نہ ہوتا تھا جو شفقت صاف ستھروں پر ہوتی رہی بلکہ اس سے کچھ بڑھ کر ان پر ہوتی جو عام نظروں میں ذلیل و خوار سمجھے جاتے، آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میری مراد ان غربوں



سے ہے جن کی بے قدری کا ہمارے اس دور میں عام رواج ہے حضرت اقدس کی نگاہ میں یہ غربا بڑے عزیز تھے اور کیوں نہ ہوتے جب خود سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ان کی قدر و قیمت تھی اور اتنی قدر و قیمت کہ اپنی رفیقۂ حیات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے اے عائشہ مساکین کو پاس بٹھا کر اور ان کو اپنے سے قریب رکھ کر وخود آنحضرت دعا فرماتے ”اے اللہ مجھے زندگی میں بھی مسکین رکھ اور موت بھی مسکینوں میں ہو اور قیامت میں مسکینوں ہی کے ساتھ اٹھوں بعض حدیثوں میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم کو روزی مسکینوں کے طفیل میں ملتی ہے یوں تو ہر زمانے میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ہوا کرتی تھی اور سینکڑوں علماء، مشائخ اور طلبا پروانہ وار گھیرے ہوئے ہوتے تھے مگر جب کبھی آپ سفر میں نکلتے تو بغیر کسی اشتہار اور پروپیگنڈے بلکہ اخفاء حال کے باوجود ہزاروں انسانوں کا جم غفیر ہر جنکشن پر آپ کا استقبال کرتا جس دیہات میں پہنچ جاتے بے پناہ ہجوم ہوتا۔ حالات دیکھ کر یقین کرنا پڑتا تھا کہ اگر بند کار میں بٹھا کر بھی حضرت کو جنگل میں لے جایا جاتا تو وہاں بھی غیب سے ہزاروں انسان جمع ہو جاتے اور دیکھنے والا حیرت زدہ ہو جاتا کہ یہ انسان کہاں سے آ رہے ہیں اور کس ذریعہ سے ان کو خبر ہو گئی سچ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے من کان للہ کان اللہ لہٗ۔ یعنی جو خدا کا ہو تا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی محبت ساری کائنات میں ڈال دیتا ہے اور وہ بندہ سب کی نظروں میں محبوب ہو جاتا ہے۔

غرض یہ کہ رہا تھا کہ یوں تو ہر زمانہ میں رجوع عام تھا لیکن رمضان کا مہینہ اس سلسلہ میں خصوصیت رکھتا تھا۔ بلکہ جس گوشہ میں آپ رمضان گزارنے پہنچ جاتے معتقدین اور متوسلین کرنے کرنے سے کھنچ کھنچا کر وہاں جمع ہو جاتے اور پھر ہزاروں مقامی حضرات آس پاس سے ٹوٹ پڑتے انوار و برکات کی بارش ہوتی تھی۔ عجیب اجتماع ہوتا تھا کوئی ذکر جہری میں مشغول ہے کوئی پاس انفاس میں ہمہ تن مصروف ہے کوئی نوافل پڑھ رہا ہے کوئی رو رو کر دعائیں کر رہا ہے ایک عجیب عالم ہوتا قلوب میں روشنی پھیل پڑتی آخرت کے سوائے اس مجلس میں کسی اور چیز کا دھیان تک نہیں خود حضرت کے مشاغل بھی بہت بڑھ جاتے پوری پوری رات سونا نصیب نہ ہوتا، دسترخوان بہت وسیع ہو جاتا۔ سینکڑوں سے بڑھ کر ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہو جاتے۔ کمال یہ کہ آپ سب کی دیکھ بھال کرتے کہ کسی کو تکلیف نہ ہونے پائے۔ اجتماع کا یہ عالم تھا کہ کوئی بیمار ہے تو اس کے لئے پرہیزی کھانے پک کر آ رہے ہیں دوائیں بھی فراہم کی جا رہی ہیں۔ حد ہے کہ چائے اور پان کا بھی نظم ہے۔

گزشتہ رمضان جو حضرت کا آخری رمضان تھا بانسکنڈی (آسام) میں گزارا گیا جہاں سینکڑوں ہزاروں وابستگان تھے خوش قسمتی سے میری بھی حاضری تھی وہاں رمضان گزارنے والے زندگی بھر یاد رکھیں گے کہ رمضان کا مبارک مہینہ کس طرح گزارا جاتا ہے۔ تراویح، تہجد اور دوسری نوافل کا کتنا اہتمام تھا جماعت کی پابندی کی کس طرح تاکید تھی اور اوراد و وظائف کتنے اچھے مشغلے تھے اور سچ یہ ہے کہ

سے سخت پیاس میں بھی بہت کم ہوتی تھی۔

کھانے کے ساتھ بیشتر بڑی رغبت سے شہد استعمال فرمایا کرتے تھے، اچار اور چٹنیوں سے بھی شوق فرماتے تھے کبھی کسی کھانے کی یا کسی خاص چیز کی فرمائش کرتے میں نے نہ دیکھا اور نہ سنا نہ کسی کھانے یا مٹھائی وغیرہ کی تنقیص کرتے تھے اور نہ تعریف کرتے تھے۔ حتیٰ کہ گھر کے لوگ اندازہ سے مرغوب اشیاء کا پتہ چلایا کرتے تھے۔

دادی صاحبہ مدظلہا جب رغبت و شوق کی کوئی خاص چیز تیار فرمائیں تو ہم لوگوں سے دریافت فرمائیں کہ حضرتؒ نے فلاں چیز زیادہ مرتبہ لی یا کم مرتبہ اور اس طرح پسندیدگی یا عدم پسندیدگی کا پتہ چلتا تھا۔

ہاں پھلوں میں آم اور خربوزے بے حد مرغوب تھے۔ بالخصوص آم تو بہت ہی رغبت سے کھاتے تھے اور کھانے سے زیادہ شوق سے تیسرے چوتھے۔ دن اساتذہ و عمائدین دارالعلوم کو کھلایا کرتے تھے۔

طبیعت میں فطری طور پر نفاست اور لطافت تھی اس لئے آم کی اگر زیادہ قسمیں سامنے ہوتیں تو ہر ایک دانہ میں سے ایک ایک یا دو دو قاشیں ملاحظہ فرماتے مجھے اندازہ یہ ہوتا تھا کہ کھانے سے زیادہ ہر آم کا حسب و نسب و تاریخ پیدائش و وفات اور ابتدائی جائے پیدائش معلوم کرکے محظوظ ہوتے تھے جناب شاہ محمد مسعود صاحب رئیس بہٹ جن سے حضرت کو اور حضرت سے جن کو بے حد تعلق خاطر تھا اور حاجی احمد حسین صاحب لاہرپوری اس ذوق تاریخ میں خوب خوب لطافتیں پیدا کرتے تھے کہ شاہ صاحب کے باغوں میں نایاب اور نفیس ترین پھل پیدا ہوتے ہیں۔

ان کی خوش نصیبی ملاحظہ ہو کہ مرض وفات میں جب ڈاکٹری معائنہ کے لئے سہانپور تشریف لائے تو موصوف کی درخواست پر بہٹ ایک شب کے لئے رونق افروز ہوئے اور شاید آخری مرتبہ شاہ صاحب کے باغ کے "رٹول" آم ملاحظہ فرمائے۔

کھانا کھانے کے بعد ہاتھ اور منہ ہمیشہ صابن سے دھوتے تھے اور تولیہ سے صاف کرتے تھے کھانے کے بعد اگر کوئی میٹھی چیز میسر آجاتی تو رغبت سے نوش فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔ زنان خانے میں بھی خواتین مہمان بکثرت ہوتی تھیں۔

ہر طبقہ کی خواتین ہر قسم کی درخواستیں اور اپنی پریشانیاں گوش گزار کرنے کے لئے حاضر ہوتی تھیں۔ عموماً اہل خانہ کے واسطے سے درخواستیں سنتے تھے اور جوابات، دعائیں، مشورے اور تعویذات مرحمت فرماتے تھے۔ ایسا بھی ہوتا کہ بعض حالات میں حضرت پس پردہ تشریف فرما ہوتے۔ درخواستیں سماعت فرماتے اور براہ راست پند و نصائح و مشوروں سے مستفید کرتے خواتین کو بیعت کرنے کا بھی یہی طریقہ تھا۔ پس پردہ سے ایک لمبا کپڑا عمامہ وغیرہ کا ایک سرا خود پکڑتے، دوسرا سرا خاتون پکڑ لیتیں اور کلمات بیعت تلقین فرماتے۔

گاؤں کی خواتین کبھی کبھی اہل خانہ کی نظریں بچا کر مطالعہ گاہ تک پہنچ جاتیں اور سامنے کھڑی ہو جاتی تھیں۔ ایسی صورت میں حضرت بہت پریشان اور سراسیمہ ہو کر اپنا رُخ دوسری جانب پھیر لیتے تھے اور ملازم لڑکے صاحبزادیوں یا دادی صاحبہ مدظلہا کو آواز دیتے تھے جو فوراً منشاء سمجھ جاتیں تھیں اور یہ صورت ختم کراتی تھیں۔

گھر میں بھی شریعت کی پابندی کا بیحد لحاظ رکھتے تھے اور سب ہی افراد خاندان کو تاکید بلکہ ضرورت کے وقت تنبیہ فرماتے رہتے۔ اس باب میں کسی کی ادنیٰ رعایت ملحوظ نہ تھی۔

میری ہمشیرہ عزیزہ صفیہ خاتون سلمہا کے شوہر ضیاء الحسن صاحب فاروقی لیکچرار جامعہ ملیہ کالج جو آج کل ڈاکٹریٹ کے لئے ماسٹریل یونیورسٹی (کناڈا) گئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے شادی کے بعد داڑھی صاف کرادی۔ رشتہ بھی نازک ہے اور حضرت فی الجملہ ہمشیرہ مذکورہ کی خاطر بھی عزیز رکھتے تھے لیکن ایک موقع پر عزیز مذکور سے خفا ہو گئے اور جب انہوں نے داڑھی رکھ لینے کا وعدہ کیا تو خوش ہوئے اور دعا کرنے کا وعدہ کیا۔

عموماً یتامیٰ اور بیواؤں کی امداد فرماتے تھے۔ ایسے بھی متعدد افراد میری نظر میں ہیں جنہیں بے روزگاری اور بیکاری کے دور میں مستقل امدادیں دیتے رہتے تھے۔ ان میں مسلم و غیر مسلم کی قید نہ تھی۔ عیسائی ہندو اور دوسری اقوام کے مجبور و بیچارہ افراد سب ہی کی کاربراری فرماتے تھے۔ اعزا و اقارب میں جو لوگ مفلوک الحال ہوتے تھے۔ ان کی تو نہایت باضابطگی کے ساتھ امداد فرمایا کرتے تھے عید و بقر عید کے مواقع پر جب کبھی آبائی وطن ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں ہوتے تھے تو نماز سے پہلے اعزا کے ہر گھر میں بنفس نفیس تشریف لے جاتے اور ہر ہر فرد کو عیدی تقسیم فرمایا کرتے تھے۔

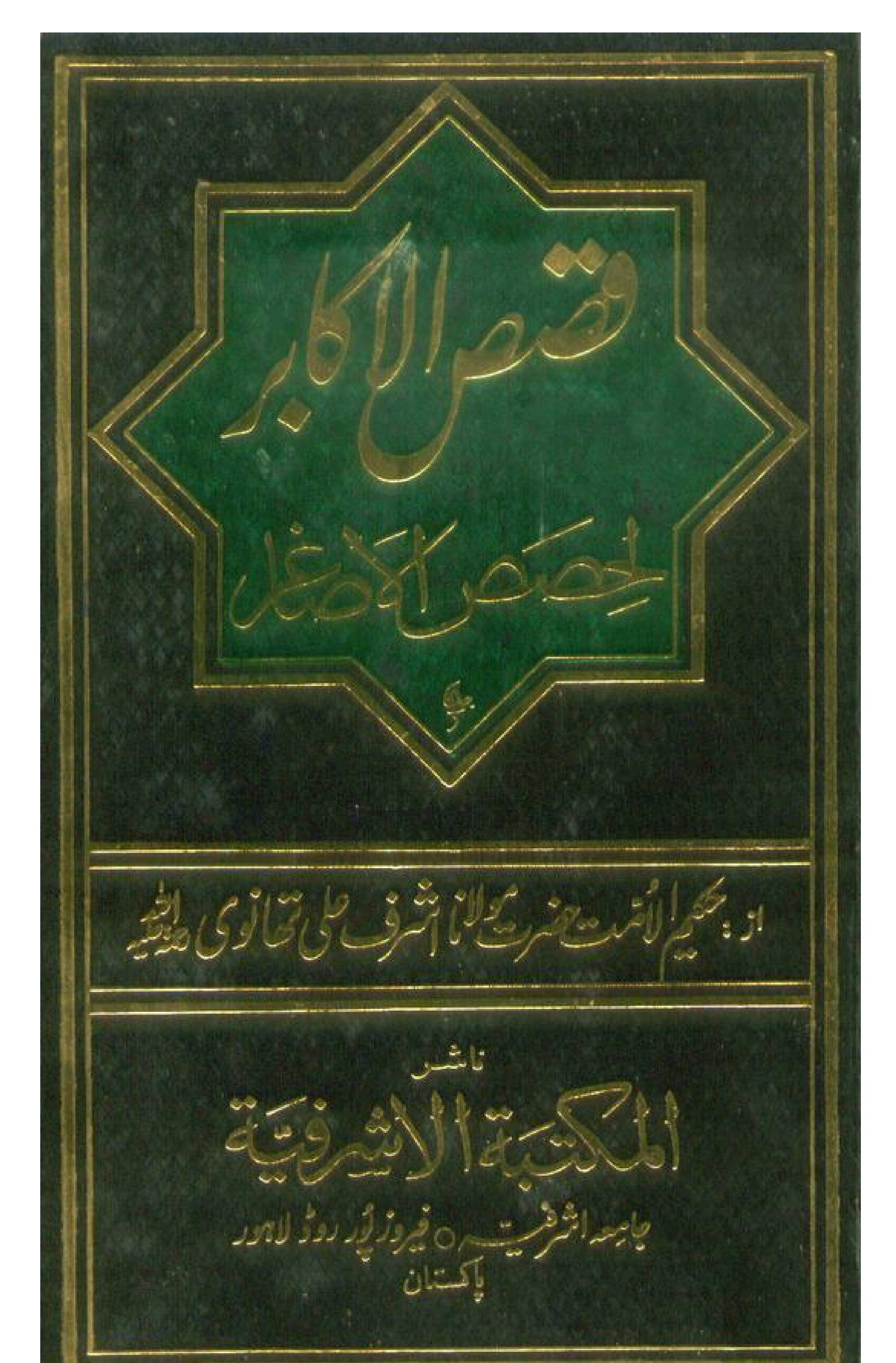
میرے والد اسیر مالٹا مولانا وحید احمد مدنی مرحوم حضرتؒ کے بڑے بھائی مولانا صدیق احمد رحمۃ اللہ علیہ کے لڑکے تھے، مگر بڑے بھائی کی حیات ہی میں بھتیجے کی پرورش و نگہداشت اپنے ذمہ لے لی تھی۔ مالٹا میں نظربند ہوئے تو یہ بھتیجا وہاں بھی ہمرکاب رہا۔ مدینہ طیبہ سے ہندوستان منتقل ہوئے تو یہ بھی برادر زادہ آغوش شفقت سے جدا نہ ہوا۔ تعلیم و تربیت شادی غرض سب کچھ اپنے تکفل میں کیا کم و بیش پچیس ہزار روپے کے صرف سے ایک عالیشان مکان تعمیر کروایا اور عین عالم شباب میں جب مرحوم اللہ کو پیارے ہوئے اور تین بھائی اور دو بہنیں یتیم ہوئے تو حضرت رحمۃ اللہ نے اس طرح ہمارے سروں پر ہاتھ رکھا اور دلوں سے داغ یتیمی مٹایا کہ ۵۔ دسمبر ۵۷ء کی منحوس دوپہر تک ہمیں کبھی یہ محسوس نہیں ہوا کہ ہمارے سروں پر باپ کا سایہ نہیں

اللہ اللہ عقیدت مندوں کا اس درجہ خیال تھا کہ جناب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب قبلہ ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ ان سے گفتگو کے دوران فرمایا۔ مولانا عبدالحلیم صاحب کے بارے میں آپ کیا کر رہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا میں پوری کوشش کر رہا ہوں۔ فرمایا۔ اگر آپ کا کوئی سفر بمبئی کی طرف کا ہو تو بذات خود کوشش فرمائیں، ورنہ تار دے کر کوشش کریں۔ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی بہرحال حضرت کے پرانے متوسلین میں سے ہیں۔ ان کے معاملات سے تعلق خاطر زیادہ تعجب انگیز نہیں۔ جناب صاحبزادہ مستحسن الدین صاحب فاروقی مالک و مدیر رسالہ آستانہ و پیام مشرق کی نظربندی سے حضرت کو اتنی ہی تکلیف تھی۔ انہیں ایام میں مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیت علماء ہند مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوتے تو ان سے فاروقی صاحب کے بارے میں اس انداز سے گفتگو فرمائی جس میں تاثر کے ساتھ برہمی بھی نمایاں تھی۔ حضرت کو غالباً یہ خیال تھا کہ صاحبزادہ صاحب کے بارے میں کوشش نہیں کی گئی۔ جب مولانا محمد میاں صاحب نے تفصیل سے بیان کیا کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کس طرح ہر ایک ممکن کوشش کو عمل میں لا چکے ہیں تو یہ برہمی تو خفت سے بدل گئی، مگر صاحبزادہ صاحب کی نظربندی سے جو قلب مبارک پر گہرا اثر تھا وہ پھر بھی بدستور باقی رہا۔

بیماری سے ۶، ۷ دن قبل میں نے والدہ محترمہ کو بعض رشتہ داروں کو فیض آباد سے بلایا تھا۔ مغرب کے قریب یہ قافلہ پہنچا۔ والدہ کے بارے میں ان کو معلوم تھا کہ ان کی طبیعت بھی خراب ہے چنانچہ جس وقت وہ سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئیں دیکھتے ہی فرمایا۔ کب آئیں۔ انہوں نے عرض کیا۔ ابھی حاضر ہوئی ہوں۔ فرمایا کیا گاڑی لیٹ آئی ہے۔ کیونکہ گاڑی کا وقت کافی دیر پہلے گزر چکا تھا۔ اس کے بعد فرمایا۔ بلاوجہ کیوں تکلیف کی۔ تمہاری طبیعت تو خود ہی خراب تھی۔ دادی محترمہ (اہلیہ حضرتؒ) نے عرض کیا۔ آپ نے رشید کو نہیں جانے دیا تھا۔ اس نے گھر والوں کو ہی بلالیا۔ اس پر مسکرا کر خاموش ہوگئے۔

وصال سے تین دن قبل تنفس اور سینے کے درد کی شکایت مطلق ختم ہوچکی تھی۔ اب عام خیال یہ تھا کہ بالکل صحت ہوچکی ہے۔ صرف کمزوری باقی ہے۔ مگر آہ کسے خبر تھی کہ حق تعالیٰ نے ہر طرح کے معمول سے معمول تزکیہ کے بعد حیات مقدس کی شمع کی لو کو بھڑکا دیا ہے اور اب کچھ دیر بعد اس تاریک دور میں علم و عرفان کا یہ چراغ ہمیشہ کے لئے خاموش ہوکر ہم بے کسوں کو تاریکی میں روتا چھوڑ دے گا۔

تین چار دن قبل از قسم طعام تمام چیزوں سے حضرت کو بالکل بے رغبتی ہوگئی تھی۔ پہلے معمولی طور پر ایک چمچہ یا کچھ کم و بیش دلیا نوش فرمالیا کرتے تھے۔ مگر اب اصرار کے باوجود بھی اس کو قبول کرنے پر راضی نہ ہوتے۔ کچھ عجیب اتفاق ہے کہ عموماً تمام مشائخ اور خصوصاً مولانا محمد قاسمؒ نے آخر وقت میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے لکھنؤ سے ککڑی منگائی گئی تھی۔ حضرتؒ نے بھی آخر میں سردے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ اور منجانب اللہ اسلاف کی سنت پر طبیعت اس درجہ ... ہوئی کہ جب مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا محمد شاہد صاحب فاخری ملاقات کو تشریف لائے تو فرمایا کہئے کیا آج کل سردا نہیں مل سکتا۔ انہوں نے عرض کیا ضرور مل جائے گا۔ چونکہ اس سے قبل مولانا اسعد صاحب مولانا فرید الوحیدی صاحب وغیرہ نے دہلی، سہارنپور، میرٹھ ہر جگہ تلاش کیا، مگر کہیں دستیاب نہ ہوا۔ اس لئے حضرت نے فرمایا کہاں مل سکتا ہے۔ مولانا وحید الدین صاحب قاسمی نے عرض کیا۔ انشاء اللہ دہلی سے مل جائے گا۔ مولانا شاہد صاحب نے عرض کیا۔ جی ہاں تلاش کے بعد بہت امید ہے کہ مل جائے۔ پھر فرمایا زندگی میں پہلی بار کسی چیز کی خواہش کی تھی، وہ بھی پوری نہ ہوئی۔ اللہ اللہ بڑی بات فرمائی دراصل زندگی اس قسم کی خواہشات و تمناؤں سے بہت بلند و بالا رہی مگر اس وقت آخری بار خواہش فرمائی تھی تو کون سمجھ سکتا ہے کہ اس خواہش میں سنت اسلاف اور طلب رضائے الٰہی کا کہاں تک جذبہ تھا اور اپنی خواہش طبعی کا کیا حصہ تھا اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نانوتوی کے لئے لکھنؤ سے ککڑی منگوائی گئی تھی تو حضرت کے لئے مولانا سجاد حسین صاحب کی معرفت کراچی سے اور مولانا حامد میاں صاحب نے لاہور سے سردا بھیجا۔ ہزار تکلیف کے باوجود بھی تیمارداروں کی تکلیف کا اس درجہ خیال ہوتا تھا کہ ہر وقت فرماتے رہتے۔ تم لوگ جاؤ آرام کرو میں بالکل اچھا ہوں۔ ایک بار رات کو آنکھ کھلی سب جمع تھے۔ نہایت بے چینی سے فرمایا۔ بھائی میں تو پریشان ہوں، تم لوگ کیوں اپنی نیند خراب کرتے ہو جاؤ سو جاؤ بعض اوقات جب زیادہ پریشان ہوتے تو دادی محترمہ سے فرماتے۔ دیکھو ان لوگوں سے کہہ دو کہ چلے جائیں اور جاکر آرام کریں۔ ایک بار ان تک کسی طریقے سے خبر پہنچی کہ ارشد سلمہٗ رات کو ۳ بجے مسجد میں دیگر مخلصین کے ساتھ دعا میں شریک ہوتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں۔ مولانا اسعد صاحب کو بلا کر سخت تاکید فرمائی کہ اس سے کہہ دو کہ یہ حرکتیں چھوڑ دے۔ اس کا یا تمہارا جاگنا مجھے بچا نہیں سکتا اور اگر قسمت میں کچھ نہ ہوگا تو بھی جاگنا فضول ہے۔ غرضیکہ اس طرح تیمارداروں کا خیال رکھتے مگر پھر بھی بچے موجود ہی رہتے۔ اکثر اوقات بچوں میں سے عمران سلمہ، صفوان سلمہا موجود ہوتیں۔ آپ ان سے مذاق فرماتے۔ ایک بار صفوان نے پوچھا کہ ابا جی آپ کس کی طرف ہیں۔ فرمایا میں تو عمران کی طرف ہوں۔ عمران نے اسے ایک طمانچہ مار دیا حضرت نے فوراً فرمایا۔ اب میں صفو کی طرف ہوں، کیونکہ عمران نے اسے مار دیا ہے۔ اس طرح اپنا اور بچوں کا دل خوش کرتے رہتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کا عملی طور پر ہمیشہ نمونہ دیکھنے میں آیا کہ اپنے بچوں کے ساتھ ملازموں کے بچوں سے برابر تلطف و مہربانی کا برتاؤ رکھتے تھے۔ دو بچے عبدالصمد اور شمس العارفین حضرت سے بہت ہل گئے تھے۔ عبدالصمد کے بارے میں اکثر فرماتے یہ سیٹھ ہے اس کا نام مت لیا کرو۔ یہ سیٹھ ہے ایک بار شمس ادھر سے گزرا۔ دیکھتے ہی


قصص الاکابر
لحصص الاصاغر
از: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر
المکتبۃ الاشرفیۃ
جامعہ اشرفیہ ○ فیروز پور روڈ لاہور
پاکستان

(۴۱) حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ نے ایک شخص کو ذکر جہر تعلیم فرمایا، اس نے کہا کہ ذکر جہر میں تو ریا ہے، فرمایا کہ ذکر جہر سے زیادہ تو ذکر خفی میں ہے، کیونکہ جہر میں تو لوگ یہ سمجھیں گے کہ لا الٰہ الا اللہ ہی کر رہا ہے جو ہم بھی کر سکتے اور ذکر خفی میں یہ سمجھیں گے کہ آسمان، زمین، عرش، کرسی کی سیر کر رہا ہے، اس میں تو اور ریا ہے، جلد مذکور ص۲۲ ام ۹۹

(۴۲) فرمایا کہ مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے فرمایا کرتے تھے: کہ حدیث تو آپ کے سامنے آکر حنفی ہو جاتی ہے، ان حضرات کو حدیث میں فقہ نظر آتا تھا اور اہل نظر کی یہ حالت ہوتی ہے کہ

بس کہ در جان فگار و چشم بیدارم توئی ہرچہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

(دعوات عبدیت جلد ہشتم ص۱۲)

(۴۳) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے دانت نہ رہے تھے، مگر قرآن شریف پڑھنے کے وقت یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کے دانت نہیں ہیں۔ احقر (جامع) نے دریافت کیا کہ حضرت گنگوہیؒ کی عمر کیا تھی، فرمایا: تقریباً ۸۰ سال کی تھی، ایک صاحب نے حضرت گنگوہیؒ سے عرض کیا تھا کہ حضرت دانت بنوا لیجئے۔ فرمایا کیا ہوگا، دانت بنوا کر پھر بوٹیاں چبانی پڑیں گی۔ دانت نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو رحم آتا ہے۔ نرم نرم حلوا کھانے کو ملتا ہے۔ حضرت بڑے ہی ظریف تھے۔

افاضات الیومیہ حصہ دوم ص۲۲ م ۳۳



حصہ دہم کامل

قسط نمبر ۲۹

قال اللہ تعالیٰ قولوا للناس حسنا الآیہ

چوں نص مزبور مخبر است از مطلوبیت کلمات حسنہ

تکلماً بالمطابقۃ و استماعاً و اشاعۃ بالالتزام و کراسۂ

الافاضات الیومیہ

من

الافادات القومیہ

حصہ دہم کامل

کہ حصہ ایست از ملفوظات سراج الملۃ حکیم الامۃ مولانا محمد اشرف علی

صاحب قدس اللہ سرہ مصداقی بود از ہمچنیں کلمات حسنہ بنا بر علیہ

احقر ظہور الحسن ناظم مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

اشاعت کرد

(کتبہ منشی عبدالعزیز خوشنویس خورجوی)

WWW.NAFSEISLAM.COM

واقع ہو یا غیر جمعہ کو ہر حالت میں حج کو حج اکبر کہیں گے۔ البتہ اس حج میں جو جمعہ کو واقعہ ہو ایک خاص فضیلت ضرور ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حج بھی جمعہ ہی کو ہوا تھا۔

ملفوظ ۲۲ : ایک صاحب کچھ پریشان تھے حضرت والا نے ان کو درود شریف کی تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ درود سے رحمت ہوتی ہے اس لئے اس سے پریشانی بھی دفع ہو گی۔

ملفوظ ۲۳ : فرمایا بدفالی سے اثر نہ لینا چاہیئے اس لئے کہ وہ یاس ہے اور یاس کی ممانعت ہے بخلاف نیک فالی کے کہ وہ رجاء ہے اور رجاء کا حکم ہے۔ یہ فرق ہے فال صالح میں کہ جائز ہے اور طیرہ یعنی فال بد میں کہ ناجائز ہے ورنہ تاثیر کا اعتقاد دونوں جگہ ناجائز ہے۔

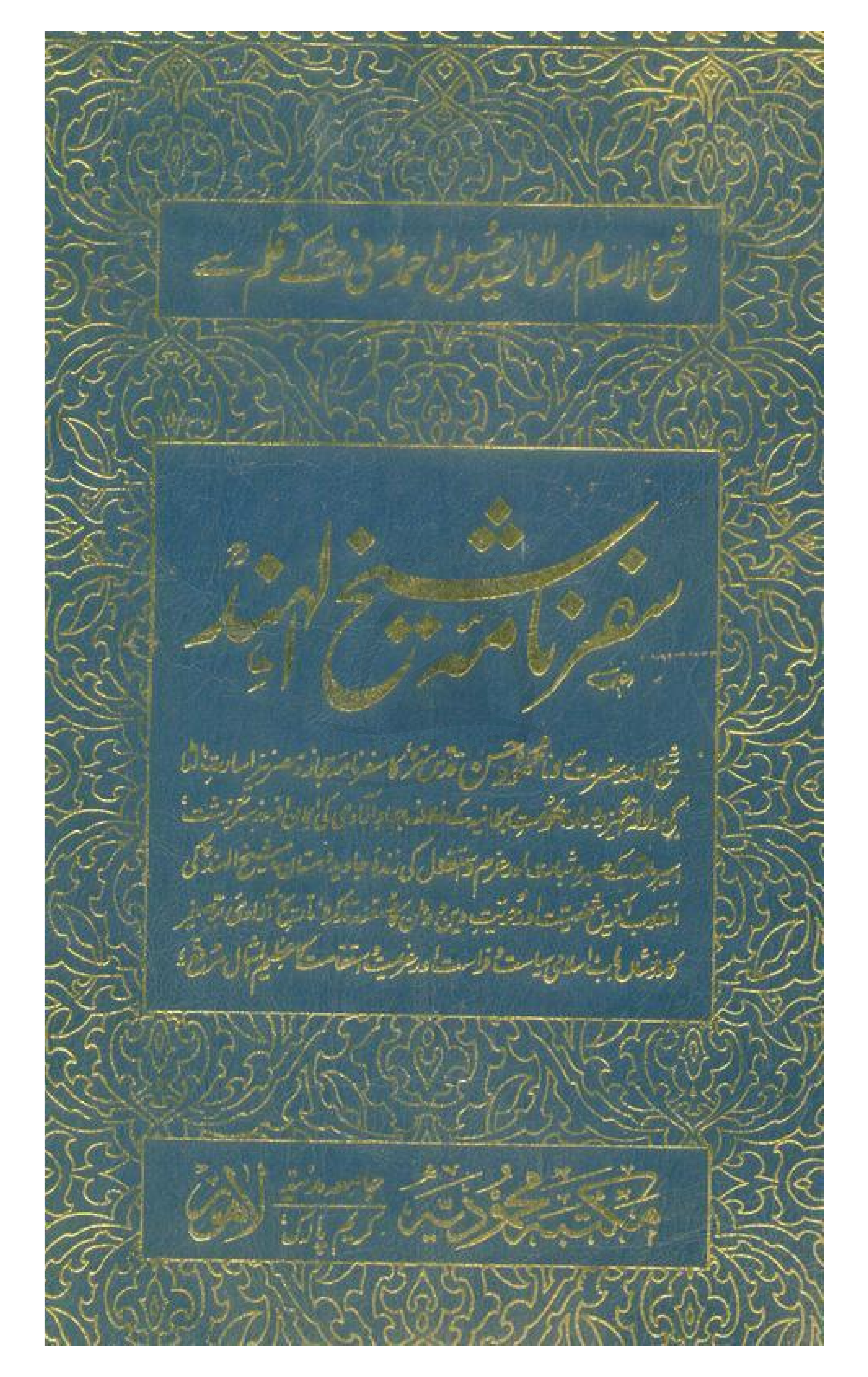
ملفوظ ۲۴ : فرمایا پہلے بزرگوں کے اخلاق اسلئے بھی درست ہوتے تھے کہ ان کو بچپن میں اخلاق کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔

ملفوظ ۲۵ : فرمایا پانچوں نمازوں کے بعد سر کے اوپر ہاتھ رکھ کر گیارہ بار یاقوی پڑھنا حافظہ کے لئے نافع ہے۔

ملفوظ ۲۶ : فرمایا خطرہ یعنی وساوس خواہ نفسانی ہوں یا شیطانی دونوں کا علاج ایک ہی ہے کہ اس طرف التفات نہ کیا جاوے۔

ملفوظ ۲۷ : فرمایا مجھ کو میٹھے چاول دہی کے ساتھ بہت اچھے لگتے ہیں۔ چونکہ دہی میں ذرا سے ترشی ہوتی ہے اس لئے شیرینی سے مل کر لذت بڑھ جاتی ہے۔

ملفوظ ۲۸ : فرمایا آجکل اکثر لوگوں میں اس کی اہلیت ہی نہیں کہ ان سے کوئی کام لیا جاوے اور ایسے لوگوں کی اس عدم اہلیت کے علم کو بدگمانی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ سوء ظن ممنوع وہ ہے جس کا منشا کوئی دلیل صحیح نہ ہو لیکن اگر کسی کے عیب کا دلائل شرعیہ سے اس شخص کو علم ہو جائے تو یوں نہیں کہہ سکتے کہ اس شخص نے فلاں کی طرف سے بدگمانی کی


شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے قلم سے
سفرنامہ شیخ الہند
شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہٗ کا سفرنامہ حجاز و اسارت مالٹا
مکتبہ محمودیہ
لاہور

ہونے کی بنا پر مجھ کو مختلف تکالیف کا سامنا ہو مجھ کو اور میرے رفقا کو کھانے کی سخت تکلیف ہے ہم گوشت کھانے کے عادی ہیں جس پر طبی حیثیت سے بھی مدار زندگانی شمار کیا جاتا ہے، مگر موجودہ گوشت ہمارے مذہب کے بالکل خلاف ہے، مالٹے اگرچہ زندہ حیوان منگانے کی ہم کو اجازت دے دی گئی ہے مگر وہ اس قدر گراں ہے کہ ہمارا موجودہ سرمایہ بہت احتیاط سے صرف کرنے میں بھی اکثر خرچ ہوگیا علاوہ اس کے دیگر اشیائ بھی ہماری طبیعت اور عادت کے موافق جس پر ہمارا نشو ونما ہوا ہے یہاں پر میسر نہیں ہوتیں، لباس جو اسرار کو ملتا ہے اس سے بھی ہم نفع نہیں اٹھا سکتے کیونکہ وہ ہماری وضع کے بالکل مخالف ہے ہم نے ایک سال سے زیادہ ہوچکا ہے فقط دو تین چیزیں ضروری لی ہیں اب تک ہم اپنا لباس جو ہمارے ساتھ تھا استعمال کرتے رہے، مگر وہ اب پرانا ہو گیا ہے اس لیے اس کا انتظام ہونا چاہیے ہم کو اس مکان سے بدل کر دوسرے کمپ میں جانے کی ہرگز خواہش نہیں مگر البتہ ہم کو جو تکالیف ہیں ان کا دفعیہ کر دیا جائے یعنی پیشاب وغیرہ کے لیے کوئی قریب جگہ ہم کو بالفصل بنوا دی جائے اور ہماری آزادی یا انتقال مکانی کے لیے بہت جلد کوئی صورت پیدا کر دی جائے۔ اس عرضی کو عربی اور انگریزی میں لکھوا کر کمانڈر کے پاس بھجوا دیا گیا اس سے دو ہی ایک دن پہلے یہ بھی واقعہ ہوا تھا کہ ڈاکٹر نے بلا کر مولانا سے ان کی صحت وغیرہ کی نسبت پوچھا تھا اور کہا تھا کہ گورنمنٹ ہند سے حکم آیا ہے کہ آپ کی صحت کی تحقیقات کر کے میں اس کو اطلاع دوں اس سے بھی یہی امور کہہ دیے گئے تھے۔

اس عرضی کے بعد فقط اتنا معاملہ ضرور ہوا کہ ایک لوہے کا پلنگ اور ذرا بڑھیا گدا مولانا کے لیے آیا اور ایک کوٹھڑی میں جس کا میں نشان پہلے دے چکا ہوں

قال صلی اللہ علیہ وسلم - اذا آخی الرجلُ الرجلَ فلیسألہ عن اسمہ و اسم ابیہ

و ممن ھو فانہ اوصل للمودۃ - رواہ الترمذی

چوں حدیث موصوف دال است بر مدخلیت معرفت احوال

مومن محبوب در استحکام تعلقات قلوب - و جماعتے از صلحاء وقت منصبغ

بودند بہ محبت حضرت حکیم الامت مجدد الملت قطب الارشاد

شیخ المشائخ مرشد العالم مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی حنفی چشتی

صابری، امدادی سلمہ اللہ علام الغیوب - بنا بر مصلحت مذکورہ رسالہ

ملقب بلقب تاریخی سیرت اشرف زمانہ ۱۳۵۲ھ

مسمّٰی بہ

اشرف السوانح

حصّہ سوم

کہ مضاف ترکیبش مشیر ست مضاف الیہ او

بقلم احقر عزیز الحسن و افقر عبد الحق فرج اللہ عنہما الکروب - و اماط عنہما العیوب

وغفر لہما الذنوب - برعایت اختصار در ۱۳۵۲ھ نگاشتہ شد

ناشر

ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز ۲۶ ریلوے روڈ لاہور

WWW.NAFSEISLAM.COM

مجھ سے شاید موخر ہو جاوے۔ العیب عند اللہ۔ میں عام طور پر اپنے تمام منتسبین کو مگر خاص اُن دوستوں کو جن کی طبیعت پر میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو وصیت کرتا ہوں۔ کہ بیس آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار اُن کے لئے اپنے ذمہ رکھ لیں تو اُمید ہے۔ کہ اُن کو تکلیف نہ ہوگی اور باقی اصل سپردگی خدا تعالےٰ کو کرتا ہوں۔ چونکہ احقر نے آخر رمضان ۱۳۳۴ھ میں ایک اور نکاح کیا ہے۔ لہٰذا اس منکوحہ کے متعلق بھی مثل منکوحہ اولیٰ کے دوستوں کو وصیت کرتا ہوں۔ کہ جب میں نہ ہوں۔ یا خدانخواستہ ان کی خبرگیری سے معذور ہو جاؤں تو خواہ دوسری کے لئے بھی بیس روپیہ ماہوار کا انتظام کر لیں یا دس روپے (زائد) کا انتظام کر کے دونوں کو پندرہ پندرہ پیش کر دیں۔

۱۸ـــــــ میں اپنے تمام منتسبین سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی عمر بھر یاد کر کے ہر روز سورۃ یٰسین شریف یا تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھ کر بخش دیا کرے۔ مگر اور کوئی امر خلاف سنت بدعات عوام وخواص میں سے نہ کریں۔

۱۹ـــــــ حتی الامکان دنیا وما فیہا سے جی نہ لگا دیں اور کسی وقت فکر آخرت سے غافل نہ ہوں۔ ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں۔ کہ اگر اُسی وقت پیام اجل آجائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضی نہ ہو۔ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ اور ہر وقت یہ سمجھیں۔ ع

شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود

اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں۔ اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔

۲۰ـــــــ خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل واکمل اعتقاد رکھیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارواحِ ثلثہ

مجموعہ رسائل

امیر الروایات
از حضرت امیر شاہ خانصاحب

روایات الطیب
از مولنا قاری محمد طیب صاحب

اشرف التنبیہ

و

حاشیہ

از حکیم الامت حضرت مولنا شاہ اشرف علی تھانویؒ

ناشر

اسلامی اکادمی ناشر کتب اردو بازار لاہور

میں مبتلا ہوئے تو آپ نے مولوی محمود الحسن صاحب سے فرمایا کہ کہیں سے ککڑی لاؤ۔ مولوی محمود الحسن فرماتے تھے کہ میں تمام کھیتوں میں پھرا مگر صرف ایک ککڑی چھوٹی سی ملی۔ اس کی خبر کسی ذریعے سے لکھنؤ مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محل کو ہو گئی۔ کہ مولنٰا نانوتوی کا جی ککڑی کو چاہتا ہے اس پر مولوی عبدالحی صاحب نے لکھنؤ سے مولینٰا کی خدمت میں بذریعہ ریلوے ککڑیاں بھیجیں اور چند مرتبہ بھیجیں۔

حاشیہ حکایت (۲۲۴) **قولہ** کہیں سے ککڑی لاؤ۔ **اقول** اس کو منافی زہد سمجھنا تقشف خلاف سنت ہے۔ خود احادیث میں بعض اشیا کی رغبت کا ظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ محققین کے نزدیک یہ اظہار احتیاج الی النعمۃ اعلیٰ درجہ کی عبدیت و محبت مع المنعم ہے (شت)

حکایت (۲۲۵) خاں صاحب نے فرمایا ایک مرتبہ مولانا نانوتوی نے فرمایا کہ جو شخص ہم کو محتاج سمجھ کر دیتا ہے اس کا ہدیہ تو لینے کو جی نہیں چاہتا۔ اور جو اس غرض سے دیتا ہے کہ ہمارے (یعنی دینے والے کے) گھر میں برکت ہو اور ہمارے لے لینے کو ہمارا احسان سمجھے اس کا ہدیہ لے لینے کو جی چاہتا ہے اگرچہ وہ چار ہی پیسے ہوں۔

حاشیہ حکایت (۲۲۵) **قولہ** جو شخص ہم کو محتاج الخ **اقول** وجہ اس تفصیل کی یہ ہے کہ محتاج سمجھ کر دینا عادۃً ذلیل سمجھ کر دینا ہوتا ہے اور یہ آداب ہدیہ کے خلاف ہے کہ مہدی الیہ کو ذلیل سمجھا جائے۔ (شت)

حکایت (۲۲۶) خاں صاحب نے فرمایا کہ جب منشی ممتاز علی کا مطبع میرٹھ میں تھا۔ اس زمانہ میں ان کے مطبع میں مولانا نانوتوی بھی ملازم تھے اور ایک حافظ صاحب بھی نوکر تھے۔ یہ حافظ جی بالکل آزاد تھے۔ رندانہ وضع تھی چوڑی دار پاجامہ پہنتے تھے۔ ڈاڑھی چڑھاتے تھے۔ نماز کبھی نہ پڑھتے تھے۔